

إِنَّ الْمُفْضِلَ بَيْنَ يَدَيْهِ يُعْزِزُ لِيَسِيَرَةٍ عَسَلِيَّةٍ يَبْعَثُ بِكَ مَا يَحْتَوُونَ



Digitized by Khilafat Library Rabwah

منبر ۸ مورخہ ۱۲ اشوال ۱۳۵۲ھ بمطابق ۲۱ جنوری ۱۹۳۵ء جلد ۲۲

جماعت احمدیہ کو سیاسی اچھٹن بنانے کی جاز

اعلان

۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء بروز جمعہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثاني اید اللہ بنصرہ العزیز نے خطبہ میں فرمایا۔ میں اس وقت تک اپنی جماعت کو قانون کی حدود سے بھی زیادہ سیاسیات کیلئے رکھنے کی کوشش کرتا رہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ مذہبی جماعت ہونیکے لحاظ سے ہماری اچھٹن خالص مذہبی کاموں کے لئے بنائی گئی تھیں جن میں سے بعض کے

المستیع

سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثاني اید اللہ بنصرہ العزیز ۱۹ جنوری بعد نماز ظہر بذریعہ موٹر لاسور تشریف لائے۔ اور ۱۸ جنوری کو تشریف لائے۔ حضور کو نزلہ وزکام اور سردی کی تکلیف تھی۔ احباب دعا کے صحت کو یقین دہانے کے لئے دعا کی۔
مرزا شہید احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم و مغفور کے ماں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی صاحبزادی سے ۱۵-۱۶ جنوری کی درمیانی شب لڑائی تو لہ ہوئی اور نسل مبارک کے اس خوشی میں صدر انجمن کے دفاتر اور مقامی سکولوں میں تعطیل کی گئی۔
نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ ملک الطاف صاحب افغان ہمارے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی اور بہت مخلص احمدی تھے۔ چند دن بیمار تھے مگر تیرہ

بعض کے بعد پھر ۵ سال ۱۹۰۵-۱۹۰۶ جنوری کی درمیانی شب انتقال کر گئے اللہ واما الیوم جنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثاني اید اللہ بنصرہ العزیز نے جنازہ پڑھایا اور میت کو کنگڑہ ۱۱۰۰ مہر خرم پور لائی جس وقت کہ گئے صاحب دعا کے لئے دعا کی حضرت امیر

عہدہ سرکاری افسر اور ملازم بھی ہیں۔ اسلئے میری فطرت اس بات کو پسند نہیں کرتی تھی کہ جو انہیں مذہبی کاموں کے لئے بنائی گئی ہیں ویسی امور میں دخل دیں۔ نیز اسلئے بھی کہ سیاسی امور چونکہ ایک جوش پیدا کرتے ہیں جس سے بعض لوگ حدود کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ میں جماعت کو سیاسیات بلکہ سیاسی امور کے مشابہ باتوں سے بھی روکتا رہا ہوں۔ لیکن موجودہ حکومت چونکہ صداقت اور راستی کے مقابلہ میں نا اچھی ٹیشن سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ اور ایک شخص کے ہاتھ پر خواہ دس کروڑ انسانوں نے بیعت کر رکھی ہو پھر بھی اسکی آواز کو ایک فرد واحد کی آواز قرار دے کر اس سے بے اعتنائی برتی ہے اور جب سی امر کی طرف توجہ دلائی جائے تو اسکی طرف سے یہی جواب دیا جاتا ہے کہ اسکے متعلق پہلک میں کوئی اچھی ٹیشن نہیں۔ اسلئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر وہ جماعت جو یہ سمجھتی ہے کہ اس کے حالات ایسے ہیں کہ ایسے قانونی حد کے اندر رہتے ہوئے حکومت کے پاس اپنا معاملہ پیش کر سکی اجازت ہونی چاہیے۔ اسے لازم ہے کہ وہ موجودہ انجمن سے الگ ایک ایسی انجمن بنائے جس میں کوئی سرکاری ملازم نہ ہو اسکے بعد جو جماعتیں اس قسم کی درخواست کریں گی میں غور کے بعد ان کو اجازت دیدوں گا۔

اس کے علاوہ حضور نے فرمایا کہ میں اس کی اجازت دیتے ہوئے اپنی طبیعت پر ایک بوجھ محسوس کرتا ہوں کیونکہ میں نے جماعت کو سیاسیات سے علیحدہ رکھنے کیلئے مسلسل کیس سال کے لمبے عرصہ تک سخت جدوجہد کی ہے اور اس کیلئے اپنوں اور بیگانوں سے گالیاں کھائی ہیں مجھے

اسی وجہ سے قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں لیکن اب میں مجبور ہو کر اسکی اجازت نے رہا ہوں۔ اقسوت ہماری جانیں اور ہمارے بچوں کی جانیں خطرہ میں ہیں میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ اس کوشش میں صرف کیا ہے۔ کہ حکومت برطانیہ کی نیاک نامی میں اضافہ ہو۔ اور وہ مستحکم ہو۔ لیکن چونکہ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ جب وہ لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے۔ جن سے ہم اس لئے لڑتے رہے ہیں۔ کہ وہ حکومت کے خلاف منافرت پھیلاتے اور اس کی جڑوں کو کمزور کرنے والی حرکات کرتے تھے۔ تو ہمیں کچھ پتہ نہیں لگتا۔ کہ حکومت کیا کر رہی ہے۔ اس لئے میں مجبور ہوں۔ کہ جماعت کو اجازت دیدوں کہ جس حد تک شریعت سیاسیات میں دخل دینے کی اجازت دیتی ہے سلسلہ کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے فتنہ و فساد کے بغیر انصاف کو قائم رکھتے ہوئے۔ اور محبت کے جذبات کو کچلے بغیر خود حفاظتی کے طور پر وہ سیاسیات میں دخل دے سکتی ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ جو جماعتیں یہ سمجھتی ہوں۔ کہ ان کے حالات انہیں مجبور کر رہے ہیں۔ اور صرف میرے حکم کی وجہ سے وہ مجتنب نہیں۔ وہ اپنی علیحدہ انجمنیں بنا کر مجھے اطلاع دیں۔ تا میں ان کو اجازت دے سکوں۔

پس جو جماعتیں چاہیں۔ وہ حضور کی اس اجازت سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں لیکن اس وقت تک کہ حضور سے اجازت حاصل ہو جائے۔ کسی کو کسی سیاسی کام میں لچپی کا اظہار کرنے یا کسی رنگ میں بھی حصہ لینے کی اجازت نہیں۔

حضور کا یہ خطبات راتہ راتہ منقطع طرز اجازت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۲۲ قادیان دارالامان مورخہ ۱۹۲۵

جلد ۱۹۳۲ء جمعہ ۱۳ شوال ۱۳۵۳ھ

حالات حاضرہ کے متعلق جماعت احمدیہ کو اہم ہدایات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایذاً اللہ تعالیٰ نے علیہ سالانہ پر ۲۴ ستمبر ۱۹۲۲ء کو حسب ذیل تقریر فرمائی۔

حج کے موقعہ

جلسہ سے ایک دو دن پہلے مجھے زکام اور نزلہ کی سخت شکایت ہو گئی تھی۔ ہمارے ڈاکٹروں نے پوری کوشش کی اپنی طرف سے کہ خدا تعالیٰ چاہے۔ تو نزلہ رک جائے اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ نزلہ رک بھی گیا ہے۔ چنانچہ کل کا ناغہ کرنے کے بعد آج پھر میں نے روزہ رکھ لیا۔ لیکن اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ نزلہ پھر گلے میں گرا ہے۔ اور شاید اس حالت میں میں سب دوستوں تک پوری طرح اپنی آواز نہ پہنچا سکوں۔ اور شاید میں زیادہ دیر تک نہ بول سکوں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے سخت سردی کی بھی تکلیف ہو گئی ہے اور وہ بھی میرے اونچا بولنے میں مانع ہے۔ مگر جہاں تک اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ اور تمہنی بلند آواز سے بولنے کی توفیق دے میں اپنی طرف سے کوشش کروں گا۔ پھر بھی اگر سارے دوستوں تک آواز نہ پہنچے۔ تو بجائے اس کے کہ وہ حرکت کر کے دوسرے کو بھی ان باتوں کے سننے سے محروم کر دیں۔ جن کا سننا ضروری ہے اور جن کے سننے کے لئے وہ یہاں آئے ہیں۔

خاموش بیٹھے رہیں

اور دوسروں کو جن تک میری آواز پہنچ سکے۔ فائدہ اٹھائیں۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ جب تم کسی بات کو سننے نہیں آؤ۔ تمہیں خاموش بیٹھا پڑتا ہے۔ تو یہ منجانب وقت ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے لئے انسان جو بھی کام کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے

تو اب کا موجب

ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات بظاہر ضائع نظر آنے والی چیز خدا تعالیٰ کے حضور قبول ہونے والی ہوتی ہے۔

پر جانوروں کی بکثرت قربانیاں کی جاتی ہیں۔ اتنی کثرت سے کہ ان کا گوشت کھانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ مکہ میں جو حجازی حیثیت لوگ ہوتے ہیں۔ وہ بھی قربانیاں کرتے ہیں۔ اور ان ایام میں تقریباً سب ہی حیثیت والے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ باہر سے آنے والے حاجیوں کو لوٹ رہے ہوتے ہیں۔ پھر حاجی قربانیاں کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ وہاں جمع ہونے والے انسانوں کی تعداد سے بھی قربانیاں بڑھ جاتی ہیں۔ کیونکہ بعض لوگ مال باپ کی طرف سے اور اپنے دوستوں کی طرف سے بھی قربانیاں کرتے ہیں۔ میں جب حج کے لئے گیا۔ تو میں نے سات قربانیاں کی تھیں۔ ایک عمل کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے۔ ایک حضرت سید محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے۔ ایک والدہ صاحبہ کی طرف سے۔ ایک حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔ ایک اپنی طرف سے۔ ایک اپنی بیوی کی طرف سے۔ اور ایک جماعت کے دوستوں کی طرف سے۔ تو وہاں اس قسم کی قربانیاں اتنی کثرت سے ہوتی ہیں۔ کہ کھانے والے اتنے نہیں ہوتے۔ جتنے بڑے وغیرہ ذبح ہوتے ہیں۔ کئی لوگ جو نئی تہذیب کے دلدادہ کہلاتے ہیں۔ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہ اسراف ہے۔ جو جائز نہیں۔ حالانکہ

بعض حالتوں میں اسراف

بھی مفید ہوتا ہے۔ اور کبھی یہ سکھانا بھی ضروری ہوتا ہے کہ ضائع ہونے والی چیزیں جو ضائع ہوتی ہیں۔ کیونکہ ہر ایک شخص اسراف اور ضروری اخراجات میں فیصلہ نہیں کر سکتا۔ بعض اوقات ایک شخص ضروری اخراجات کو بھی اسراف سمجھ لیتا ہے۔ اور کسی

کے حصول سے محروم رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ اگر انہیں کسی موقعہ پر خرچ کرنا اسراف نظر آئے۔ تو بھی کرنا چاہیے۔

پس جن دوستوں کو باوجود میری کوشش کے آواز نہ پہنچے۔ وہ بھی بیٹھے رہیں۔ تاکہ ان کے اٹھنے سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

اس وقت میرے ارد گرد دوستوں نے

کئی ایک کتابیں

رکھ دی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم نے کوشش کی۔ کہ پبلشرز خیرت لکھنؤ۔ اب ان دوستوں کو پبلشر لکھنؤ سے۔ مگر وہ جہت تانہیں آپ سونامی کے اس پبلشر کو حجاب دیں۔

میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ ایک ایسی رسم ہو گئی ہے جس کے متعلق مجھے احتیاط کرنی چاہیے۔ اس لئے میں صرف اتنی اطلاع دینے پر اکتفا کرتا ہوں کہ کئی دوستوں نے کئی مشائخ کی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ بعض کتابیں مفید۔ اور

بعض بہت مفید بھی ہیں۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہتا۔ گویا پبلشر سفارش کرتا ہوں۔ اور آئندہ کوشش کروں گا کہ ابتدائی خطبہ بجائے خلیفہ کے خطبہ کے سیلاب کرنے والے کا خطبہ نہ بن جائے۔ اور آئندہ کوشش کروں گا۔ کہ مجمل سفارش کو بھی ترک کر دوں۔ اس وقت اتنی سفارش کرتا ہوں۔ کہ سلسلہ کے لٹریچر کی اشاعت مفید اور ضروری ہے۔ اور جو

مفید لٹریچر

ہے۔ احباب اسے خریدیں۔ ہاں ایک بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ یہاں

ہوزری کا کام

شروع کیا گیا ہے۔ اور ایک ایسا کارخانہ کھولا گیا ہے جس پر جماعت کا روپیہ لگایا گیا ہے۔ غرض یہ ہے۔ کہ یہاں آہستہ آہستہ مختلف اقسام کے کارخانے کھولے جائیں۔ جب میں نے ایک مجلس مشاورت کے موقعہ پر احباب سے ہونہری کے متعلق مشورہ لیا تھا۔ تو یہ بھی کہا تھا۔ کہ جب کارخانہ جاری ہو جائے۔ اور مال تیار ہونے لگے۔ تو جس ساڑھی جو پولیا کی انہیں ضرورت ہو۔ اور وہ مل سکتی ہوں۔ تو اسی کارخانہ کی خریدیں۔ اور یہاں تک کہا گیا تھا۔ کہ جب ہندوستان میں ابتداء میں حج میں بننے لگیں۔ جو ڈھیلے ڈھالی ہوتی تھیں۔ اگر اس قسم کی بھی یہاں بننے لگیں۔ تو ان کے خریدنے میں عذر نہ کہیے

سلسلہ کی ترقی اور جماعت کی تنظیم

کے لئے ایسا مال خریدنا پڑے۔ تو یہی اعتراض نہ ہو۔ سوائے

اس کے کہ مطہر سب کی جرابیں نہ مل سکیں۔ آئندہ جماعت کا فرض ہو گا۔ کہ جب اس کارخانہ کی جرابیں مل سکیں۔ تو وہی خریدیں۔ اب کارخانہ نے مال تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ دوستوں کو چاہیے۔ کہ وہ خریدیں۔ اور یہاں آتے جاتے بھی وہی مال خرید کر لیں۔ افسوس ہے۔ کہ کارخانہ نے ابھی تک ایجنسیاں قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور نہ مال کا ایسے رنگ میں اشتہار دیا ہے۔ جو فروغ دے۔ مگر یہ کارخانہ والوں کا کام ہے۔

جماعت کا فرض

یہ ہے۔ کہ تمام دوست اسی کارخانہ کی جرابیں خریدیں۔ اور اپنی امید ہے۔ دوست اس بات کو یاد رکھیں گے۔

بعض دوستوں کی طرف سے

وہا کے لئے مار

آئے ہیں۔ لفٹینٹ غلام احمد صاحب نے لنڈی کوتل سے لکھا ہے۔ کہ چھٹی نہیں مل سکی۔ اس لئے جلسہ میں شامل نہیں ہو سکا۔ میرے لئے ڈعا کی جائے۔ ایک تار میں تار والوں نے ظلم کو کے نام مٹا دیا ہے۔ اس لئے پڑھا نہیں جاتا۔ وہ اپنے ایک دوست کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ وہ بیمار ہیں۔ ان کے لئے ڈعا کی جائے۔ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب زاهدان سے تار دیتے ہیں۔ سب دوستوں کو السلام علیکم کہتے۔ اور درخواست کرتے ہیں۔ کہ انہیں ڈعاؤں میں یاد رکھا جائے۔ نیز زاهدان کے دوسرے دوستوں کو بھی یاد رکھا جائے۔ محمد شریف صاحب کا کوئی صلح ہزارہ سے لکھتے ہیں۔ کہ چھٹی نہیں مل سکی۔ ڈعاؤں میں شریک کیا جائے۔ شیخ حسن صاحب یادگیر سے لکھتے ہیں۔ کہ ان کے لئے ڈعا کی جائے۔ اور سب کو السلام علیکم کہتے ہیں۔

اس کے بعد میں جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ

وہ زمانہ

جس کے متعلق میں عرصہ سے توجہ دلاتا رہا ہوں۔ کہ تیار رہنا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ آگیا ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ جماعت نے اس کے آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری نہیں کی تھی۔ اگر جماعت کے لوگ اس کے لئے پہلے سے تیاری کر چکے ہوتے۔ تو آج کسی قسم کے فکر کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور کسی رنگ میں بھی دشمن کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اور اگر جرأت کرتا۔ تو اسے فوراً معلوم ہو جاتا۔ کہ جماعت احمدیہ پر ہاتھ ڈالنا معمولی بات نہیں ہے۔ لیکن باوجود بار بار توجہ دلانے کے اور بار بار آگاہ کرنے کے کہ دشمن تیاری کر رہا ہے۔ جماعت کے اکثر افراد نے اس بات کو

عارضی خطرات کی تعبیر سمجھا۔ اور

مستقل خطرہ

کی طرف توجہ نہ کی۔ آخر بعض مسلمان کہلانے والوں نے محسوس کیا۔ کہ جماعت احمدیہ اس مقام پر پہنچ گئی ہے۔ کہ اگر اس سے آگے بڑھ گئی۔ تو اس کا مٹانا۔ اور اس کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے تنظیم کر کے۔ اور ایسے لوگوں کی مدد سے کہ جو بظاہر ہمارے دوست بنے ہوئے تھے۔ مگر اندرونی طور پر دشمن تھے۔ ہمارے خلاف اڈا قائم کر لیا۔ اور ایسی تنظیم کی۔ جس کی غرض احمدیت کو کچل دینا ہے۔ اس لئے اس میں تحریک کشمیر کے دوران میں ایک دن سرسکندہ حیات خان صاحب نے مجھے کہلا بھیجا۔ کہ اگر کشمیر کیٹی۔ اور احرار میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ تو حکومت کسی نہ کسی رنگ میں فیصلہ کر دیگی اس بارے میں دونوں کا تبادلہ خیال چاہتا ہوں۔ کیا آپ شریک ہو سکتے ہیں۔ میں اس وقت لاہور میں ہی تھا۔ میں نے کہا۔ مجھے شریک ہونے میں کوئی عذر نہیں۔ میٹنگ سرسکندہ حیات خان صاحب کی کوٹھی پر ہوئی۔ اور میں اس میں شریک ہوا۔ چودھری فضل حق صاحب بھی وہیں تھے۔ ہاتھوں ہاتھ میں وہ جوش میں آگئے۔ اور کہنے لگے۔ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ احمدی جماعت کو کچل کر رکھ دیں۔ میں نے اس پر مسکرا کر کہا۔ اگر جماعت احمدیہ کسی انسان کے ہاتھ سے کچلی جاسکتی۔ تو کبھی کی کچلی جا چکی ہوتی۔ اور اب بھی اگر کوئی انسان اسے کچل سکتا ہے۔ تو یقیناً وہ ہسنے کے قابل نہیں ہے۔

پہلی کوشش

بھی۔ پھر احرار نے جماعت احمدیہ کو کچلنے کی فریاد کوشش شروع کی۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ کہ وہی احراری جو اپنی دوسری تحریکات کے لئے جب کوشش کرتے۔ تو انہیں روپیہ نہیں ملتا تھا۔ انہوں نے جب جماعت احمدیہ کے خلاف کوشش شروع کی۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے لئے بہت بڑے خزانہ کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک خاص طبقہ اندری اندر ان کی مدد کر رہا۔ اور انہیں روپیہ دے رہا ہے۔ تاکہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کی جائے۔

مذہبی مخالفت ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس میں افسر اور غیر افسر کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ جب احراریوں نے جماعت احمدیہ کے متعلق مذہبی مخالفت کا سوال اٹھایا۔ تو

حکومت کے بعض کل پرزے

جو حکومت کے وفادار نہ تھے۔ انہوں نے احراریوں سے مفاد شروع کر دی۔ اور یہ یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہے۔ کہ انہوں نے کوشش کی۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ احراریوں کا زور بڑھائیں۔

اور احمادیوں کا زور کم کریں۔ اس کا نظارہ ہم نے قادیان میں بھی دیکھا۔ احراری حکومت کے کھلے مخالفت میں۔ اور قدم قدم پر حکومت کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ کشمیر۔ سبھی ٹین انہوں نے شروع کی۔ حکومت کو انہوں نے دھکیا دیں۔ اور حکومت کے لاکھوں روپے انہوں نے خرچ کر لئے۔ مگر وہی احراری جن کا مقابلہ حکومت کے ساتھ تھا۔ اور جو یہ کہتے تھے۔ کہ ہم

حکومت کو تہ و بالا

کر کے رکھ دیں گے۔ ہم نے دیکھا۔ کہ جب ان کی شرارتوں کے متعلق بعض مقامی افسروں سے شکایت کی جاتی۔ تو وہ احراریوں کی پیٹھ مٹھونکتے۔ اور ان کی طرف سے عذرات پیش کرنے شروع کرتے۔ اور اگر کوئی عذر نہ پیش کر سکتے۔ تو یہی کہہ دیتے۔ کہ بے وقوف بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ آپ کی جماعت بڑی فراخ دل۔ اور تعلیم یافتہ ہے۔ اسے ان لوگوں کے ساتھ فراخ دلی کا سلوک کرنا چاہیے۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ پولیس کے بعض افسر۔ اور دوسرے سول کے بعض افسر جنہیں تنخواہیں تو اس کام کے لئے ملتی ہیں۔ کہ امن قائم رکھیں۔ مگر وہ

امن شکنوں کے ساتھ ساز باز

رکھتے تھے۔ اور ان لوگوں سے ملے ہوئے تھے۔ جو گورنمنٹ کو اٹنے کا ارادہ رکھتے۔ اور اس کے لئے کوششیں کرتے رہے ہیں۔ متواتر ان لوگوں نے قانون یا اگر شورش کرنی چاہی فساد پھیلانا چاہا۔ بدامنی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر بعض افسران کی پیٹھ مٹھونکتے رہے۔ حکومت کے افسروں میں اچھے بھی ہوں گے۔ مگر اس وقت میں بڑے لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ اچھوں کی ہم بہت تعریفیں کر چکے۔ اور کرتے رہیں گے۔ مگر اس وقت ہم مجبور ہیں۔ کہ بڑوں کا ذکر کریں۔

غرض اس وقت ہماری جماعت پر جو حملہ کیا جا رہا ہے

وہ ایک جماعت کی طرف سے ہے۔ اور

ہر جگہ حملہ کیا جا رہا ہے

پہلے اگر بنالہ کے احمادیوں کو مارا۔ اور گالیاں دی جاتیں اور اس کی طرف حکومت کو توجہ دلائی جاتی۔ تو افسر کہہ دیتے۔ کہ ہم توجہ کریں گے۔ یا کہہ دیتے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اگر کسی اور جگہ احمادیوں کے خلاف شورش ہوتی۔ اور حکام کو توجہ دلائی جاتی۔ تو وہ طفل سستی دے دیتے یا کچھ نہ کچھ شرارت کا انداز دیتے۔ اگر کوئی افسر جماعت احمدیہ سے کینہ رکھتا۔ تو کہہ دیتا ایسی باتیں ہوتی ہی ہوتی ہیں۔ اور اگر شریعت ہوتا۔ اور اپنے فرض کو سمجھتا۔ تو کچھ نہ کچھ نوٹس لے لیتا اور اس طرح بات طے ہو جاتی۔ کیونکہ اس وقت شرارت مقامی ہوتی۔

ساری جماعت کے خلاف نہ ہوتی تھی۔ ہر مقام کے متعلق افراد کی کوشش افراد کے خلاف ہوتی۔ مگر آج کل کئی جماعتیں ہیں۔ جو متحدہ طور پر جماعت احمدیہ کے خلاف کھڑی ہو گئی ہیں اور احمدی ہونے کی وجہ سے مخالفت کر رہی ہیں۔ جہاں جہاں جہاں ہیں۔ وہاں وہاں منظم مخالفت

منظم مخالفت

کی جارہی ہے۔ گویا پہلے اظہارِ جملہ ہونا تھا۔ مگر اب سر پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ پہلے ارد گرد حملہ کیا جاتا تھا۔ مگر اب مرکز پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ اور اس طرز کا حملہ کیا جا رہا ہے جو پہلے ہی اشتعال انگیز اور امن شکن ہے۔ ایک طریق اس حملہ کا یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر نہایت گند سے اور نہایت ناپاک حملے کئے جاتے ہیں ایسے گند سے کہ اگر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیم پیش نظر نہ ہوتی اگر احمدیت ہاتھ نہ رکھتی۔ تو باوجود اس حکومت کی فوجوں اور پولیس کے

ہزار ہاتھوں ہو جاتے

میں ان لوگوں میں سے ہوں۔ جو نہایت گند سے دل کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کئی محافلین کی گالیاں دیں۔ اور اپنے سامنے بٹھا کر نہیں۔ مگر باوجود اس کے تہذیب اور متانت کے ساتھ ایسے لوگوں سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے پتھر بھی کھائے اس وقت بھی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افسوس میں پتھر پھینکے گئے۔ اس وقت میں بچہ تھا۔ مگر اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے مجھے حصہ دے دیا۔ لوگ بڑی کثرت سے اس گاڑی پر پتھر مار رہے تھے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے تھے۔ میری اس وقت پچاس سال کی عمر ہو گئی۔ گاڑی کی ایک کھڑکی کھلی تھی۔ میں نے وہ کھڑکی بند کرنے کی کوشش کی لیکن لوگ اس زور سے پتھر مار رہے تھے۔ کہ کھڑکی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اور پتھر میرے ہاتھ پر لگے۔ پھر جب یہ لکھوٹ گیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پتھر پھینکے گئے۔ اس وقت بھی مجھے لگے۔ پھر جب تھوڑا عرصہ ہوا میں سیانکوٹ گیا۔ تو باوجود اس کے کہ جماعت کے لوگوں نے میرے ارد گرد حلقہ بنا لیا تھا۔ مجھے چار پتھر لگے۔

غرض میں نے مخالفین سے پتھر کھائے ہیں۔ گالیاں سنی ہیں۔ اور اشتعال انگیزیاں دیکھی ہیں۔ لیکن ات نہیں کی اس لئے نہیں۔ کہ غیرت نہیں آتی۔ جوش نہیں آتا۔ غصہ نہیں آتا۔ بلکہ محض اس لئے کہ اس شخص کا۔ ہمیں حکم ہے۔ جسے مخالفین گالیاں دیتے۔ جس پر انہماں لگاتے۔ جس کی تذلیل کرتے ہیں۔ کہ ہاتھ نہیں اٹھانا۔ ورنہ اگر اس کا حکم نہ ہوتا تو نہ ہم بیوی بچوں کی پروا کرتے۔ نہ اپنی جانوں کی پروا

کرتے۔ نہ کسی طاقت کی پروا کرتے۔ وہ

شیطان کے حیلے

جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیتے۔ آپ پر ناپاک اور گند سے الزامات لگاتے ہیں۔ آپ کی تحقیر اور تذلیل کرتے ہیں۔ ان کی جانیں محض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی طفیل بچی ہوئی ہیں۔ ورنہ کوئی حکومت کوئی طاقت اور کوئی انتظام ان کو بچا نہیں سکتا۔

غرض اس ہستی کو جس کی تحقیر اور تذلیل دیکھنا اور جس کے متعلق گالیاں اور بدزبانیاں سنا کر ہماری طاقت برداشت سے باہر ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی گالیاں دیا جاتی۔ اور ناقابل برداشت تذلیل کی جاتی ہے۔ اور ایسے موقع پر کی جاتی ہے۔ جبکہ اشتعال فوراً پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً انہی ایام میں جب کہ ہمارا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے ہزار کے قریب قادیان میں احمدیوں کی آبادی ہے۔ ہزار احمدی ارد گرد کے دیہات سے آئے ہوئے ہیں۔ ہزار احمدی پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے جمع ہیں۔ اور ہزار احمدیوں کا اجتماع قادیان میں موجود ہے آج اس جگہ جہاں ایک چپہ بھڑ میں بھی مخالفین کی نہیں ہے۔ جہاں ان کی تعداد عام حالات میں بھی احمدیوں کے مقابلہ میں ۱۰ فی صدی بھی نہیں ہے۔ اور جہاں اس وقت سرکاری حکام موجود ہیں۔

نہایت ہی گندہ اور ناپاک لٹریچر

تقسیم کیا جا رہا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ "کیا مرزا قادیانی عورت تھی یا مرد" مرزا کے ساتھ خدا کا بھی کرنا "مرزا کو حیض آتا" مرزا کا حلالہ ہونا "دروازہ سے تکلیف پانا" مگر وہ افسر جو احراریوں کے جلسہ کے موقع پر احمدیوں کو کیم سے رکھنے سے روکتے تھے۔ آج کہتے ہیں۔ کہ ہم ایسے لٹریچر کو روک نہیں سکتے اگر اس وقت کوئی ایسا قانون تھا۔ جس کے ماتحت احمدیوں کو کیم سے رکھنے سے روکا جاسکتا تھا۔ مگر آج گندہ لٹریچر روکنے کے لئے کوئی قانون نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس وقت کوئی ایسا دماغ کام کر رہا تھا۔ جو آج نہیں ہے۔ اس وقت فتنہ و فساد پھیلانے والے ان حکام کے حیلے چاہئے تھے۔ جن کا اس فتنہ میں ہاتھ ہے۔ اس لئے وہ ان کی شرارت انگیز حرکات پر خوش ہوتے تھے۔ اور احمدیوں کو ان کی حرکات کا ثبوت ہم پہنچانے سے روکتے تھے۔ تاکہ ضلع کے منصف مزاج حکم یا دہر کے حکام ان کی حقیقت سے ناواقف رہیں۔ مگر آج کل جماعت احمدیہ کے لوگ جبکہ کثرت سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ فتنہ پرداز گالیاں دیتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توہین کرتے ہیں۔ تو پولیس کے وہی افسر خوش ہوتے ہیں کہ

وہ اشتعال انگیز بائیں کر رہے ہیں

میں سمجھتا ہوں۔ اس قسم کی اشتعال انگیز بی بھی ہم پر اثر نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ہمیں ایسی تعلیم دی گئی ہے۔ جس نے ہمیں کلیتہً جگڑ رکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ سچا مومن غصی ہو جاتا ہے۔ پس حکومت کے افسروں کو پولیس اور رسول کے حکام کو اور احراریوں کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ باوجود ان اشتعال انگیز یوں کے جو وہ کر رہے ہیں۔ ہم بالکل پر امن ہیں۔ کیونکہ ہم سچے مومن ہیں اور مومن غصی ہو جاتا ہے۔ ہمیں جوش آتا ہے اور آٹے کا گروہ دل میں ہی رہتا ہے۔ ہمیں غیرت آئے گی۔ مگر وہ ظاہر نہ ہوگی۔ ہماری قلوب ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ مگر زبانیں خاموش رہیں گی۔

ایک اور ہستی ہے۔ جو خاموش نہ رہ سکتی

وہ بدلائے گی اور ضرور لے گی۔ حکومتوں سے بھی۔ اور افراد سے بھی۔ کوئی بڑے سے بڑا افسر کوئی بڑے سے بڑا لیڈر۔ کوئی بڑے سے بڑا جتھا اور کوئی بڑی سے بڑی حکومت اس کی گرفت سے بچ نہ سکے گی۔ حکومت انگریزی بہت بڑی اور بہت طاقت در حکومت ہے۔ مگر جو اس کے غدار اور فرض ناشناس حاکم ہیں۔ انہیں وہ خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتی۔ وہ ایسے حکام کو ہم کے گولوں سے بچانے کا انتظام کر سکتی ہے۔ اور وہ احمدیوں نے چلانے نہیں۔ مگر ہیضہ۔ تو بیج۔ اور طاعون کے حملہ سے وہ کسی کو نہیں بچا سکتی۔ اور نہ کوئی اور طاقت ہے۔ جو خدا کی گرفت سے بچا سکے۔ اگر یہی حالت جاری رہی اور کسی دن بددعا نکل گئی۔ تو حکومت دیکھ لے گی۔ کہ اپنے تمام سامانوں اور اپنی تمام تحفظاتوں کے باوجود ان کو بچا نہ سکے گی۔ ہمارا خدا اظہار اور نا انصافی کرنے والوں کو دیکھ رہا ہے۔ وہ ہمارے زخمی قلوب اور ان میں جو جذبات ہیں۔ ان کو دیکھتا ہے۔ پھر ہمارے صبر کو دیکھتا ہے۔ آخر وہ ایک اپنا فیصلہ نافذ کرے گا۔ اور پھر دنیا دیکھ لے گی۔ کہ کیا کچھ روکنا ہوتا ہے۔

علاوہ اس گند سے اور اشتعال انگیز لٹریچر کے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف شائع کیا جاتا ہے۔ ہرگز سلسلہ اور جماعت احمدیہ کے خلاف بھی لوگوں کو طرح طرح سے اکسایا اور درغلابا جاتا ہے۔ مثلاً پچھلے دنوں "زمین دار" اخبار نے شائع کیا۔ کہ احمدیوں کی طرف سے اسے اس قسم کی چٹھیاں ملی ہیں۔ جن میں مولوی ظفر علی صاحب کو قتل کر دینا چاہیے

مولوی ظفر علی صاحب کو قتل کر دینا چاہیے

دی گئی ہیں۔ ہر ایک نعل مند اس قسم کی چٹھی لکھنے والے کو با تو نیم پاگل سمجھتا ہے۔ یا یہ خیال کر لیتا ہے۔ کہ جسے مصنوعی ہوگی۔ مگر اس موقع پر بتا دیا ہے۔ یہ کہ مخالفین کے اس طبقہ میں شور مچ جاتا ہے کہ اب اسے قتل کر دینا چاہیے۔

اور احمدیوں کو قتل کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے اور گورنمنٹ کو ننگے پاگئی۔ پولیس نے انتظامات کرنے شروع کر دیئے۔ سی آئی۔ ڈی جمع ہونے لگ گئی۔ مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ جب چٹھی پر لکھے واسے کا نام اور پتہ درج ہے تو کیوں اسے پکڑتے نہیں۔ وہ چٹھی جرمن یا جاپان سے تو نہیں آئی تھی۔ کہ لکھنے والا پکڑا نہ جاسکتا تھا۔ وہ کراچی کی چٹھی تھی۔ کیا حکومت کراچی سے اس کا پتہ نہ لگا سکتی تھی۔ وہاں ایک احمدی مبارک احمد رہتا ہے۔ مگر چٹھی پر مبارک مبارک لکھا تھا۔ اور دوسری چٹھی پر سید احمد نام درج تھا۔ ہمیں بہت حد تک یقین ہے۔ کہ یہ چٹھیاں کس نے لکھیں۔ اگر حکومت تحقیقات کرتی۔ اور جس آدمی کو پیش کیا جاتا۔ اس کے خط کے ساتھ اس چٹھی کا خط ملاتی۔ تو غالباً معلوم ہو جاتا کہ لکھنے والا

حکومت کے ہی ایک محکمہ کا آدمی

ہے۔ حکومت اس بارے میں باسانی تحقیقات کر سکتی تھی۔ لیکن بجائے اس کے کہ یہ تحقیقات کی جاتی۔ کہ کراچی میں ایسے احمدی ہیں یا نہیں۔ پولیس کے حکام نے زمیندار کے شور و مشر پر اس قسم کے انتظامات شروع کر دیئے۔ کہ گویا اس کی مشائخ کردہ چٹھیاں بالکل درست تھیں۔ اور فی الواقع قتل کا اندیشہ تھا۔

میر زمیندار میں اسی قتل کرنے کی چٹھی لکھنے والے کی طرف سے اعلان کر دیا جاتا ہے۔ کہ وہ پہلے احمدی تھا مگر اب احمدیت سے مرتد ہو گیا ہے۔ اس کے متعلق

ہم پہنچ دیتے ہیں

کہ ثابت کریں۔ وہ شخص کبھی احمدی ہوا۔ احمدی ہونے کے لئے بیعت کی جاتی ہے۔ اور بیعت کرنے والوں کے نام شائع کئے جاتے ہیں۔ اس کا نام کب شائع ہوا۔ پھر احمدی کے لئے شرط ہے۔ کہ وہ باقاعدہ چندہ ادا کرے۔ اس نے کب

چندہ دیا۔ کراچی میں باقاعدہ احمدی جماعت ہے۔ اور تمام احمدیوں کے رجسٹروں میں نام درج ہیں۔ چندہ دینے والوں کو رسیدیں دی جاتی ہیں۔ اس شخص سے پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ رسیدیں دکھاؤ۔ بیعت کرنے کے جواب میں جو خط نہیں آیا وہ دکھاؤ۔ اگر اس طرح سے احمدی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ تو عانت بات ہے۔ کہ بعض شریروں اور فتنہ پردازوں نے جعلی خطوط بنا کر شائع کرانے۔ اور اس طرح عام لوگوں کو

احمدیوں کے خلاف اشتعال

دلایا۔ مگر عجیب بات ہے۔ کہ اشتعال تو احمدیوں کے خلاف دلایا گیا۔ اور مسز می خلطو کے ذریعہ احمدیوں کی جان مال کو خطرہ میں ڈالا گیا۔ لیکن حکومت ان کی حفاظت کا انتظام

کرتی ہے۔ جنہوں نے اشتعال دلایا۔ اور اس طرح جماعت احمدیہ کو اور زیادہ خطرات میں ڈال دیتی ہے۔

یہ سب کچھ ہم دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا خدا بھی دیکھ رہا ہے۔ اور وہ افسر بھی دیکھ رہے ہیں۔ جنہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ان کے دل شرافت سے خالی نہیں ہیں۔ حکومت کسی ایک آدمی کا نام نہیں۔ بلکہ لاکھوں انسانوں کے مجموعہ کا نام ہے جو حکومت کر رہے ہیں۔ ان میں شریف بھی ہیں اور شریر بھی۔ آج اگر شریف ڈر کر نہ بولیں۔ یا نادان بھی کی وجہ سے خاموش ہوں۔ اور دخل نہ دیں۔ تو اور بات ہے۔ مگر ممکن ہے۔ کہ کل انہیں مسلم ہو۔ یا کمزور جرات کریں۔ اور فتنہ پردازوں کی حرکات بند کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر نہ کریں۔ تو خدا تعالیٰ خود ہماری حفاظت کرے گا۔

آسمان سے تیر آئیں گے

اور ہمارے دشمنوں کے سینوں کو چھیدیں گے۔ طاعون سے جو ہر آدمی لوگ مرے۔ کیا وہ ہم نے مارے۔ حضرت سیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ طاعون طعن سے نکلا ہے۔ اور طعن کے معنی نیزہ مارنا ہیں۔ پس وہی خدا جس نے حضرت سیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت آپ کے دشمنوں کے متعلق قہری جلوہ دکھایا۔ وہی اب بھی موجود ہے۔ اور اب بھی

ضرور اپنی طاقتوں کا جلوہ دکھائیگا

اور ہرگز خاموش نہ رہے گا۔ ہاں ہم خاموش رہیں گے۔ اور جہاں کو نصیرت کرینگے کہ اپنے نفسوں کو قابو میں رکھیں۔ اور دنیا کو دکھا دیں۔ کہ ایک ایسی جماعت بھی دنیا میں ہو سکتی ہے جو تمام قسم کی اشتعال انگیزیوں کو دیکھ اور سنکر امن پسند رہتی ہے۔

پھر لطیفہ یہ ہے۔ کہ جو حرکات جماعت احمدیہ کے خلاف کی جاتی ہیں۔ وہ اس قدر

معقولیت سے دور

ہیں۔ کہ معمولی عقل و سمجھ کا انسان بھی ان کی بے ہودگی کو سمجھ سکتا ہے۔ ایک ہی وقت اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ

احمدی حکومت کے جاسوس ہیں

اور پھر ساتھ ہی یہ کہتے ہیں۔ کہ انگریزوں کے دشمن ہیں۔

لیکن ہمیں دیکھنا ہے۔ کہ جب فتنہ پرداز یہ کہتے ہیں کہ

احمدی انگریزوں کے دشمن ہیں

تو پڑھنے والے کہتے ہیں۔ کیا ہی اچھا کہا۔ اور جب کہتے ہیں۔ کہ احمدی انگریزوں کے جاسوس ہیں۔ تو پھر بھی کہتے ہیں۔ واہ وا کیا خوب کہا۔ گویا ایک ہی وقت میں دونوں

باتیں جو ایک دوسری کے متضاد ہیں پسند کی جاتی ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ حکومت کا ایک جز بھی ایسے لوگوں کی باتوں کو درست تسلیم کرتا۔ اور اپنے طرز عمل سے ان کی حمایت کرتا ہے۔ جب وہ کہتے ہیں۔ کہ احمدی حکومت کے جاسوس ہیں۔ تو حکومت کے افسر خاموشی سے گور جاتے ہیں۔ گویا انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ لیکن جب کہتے ہیں۔ کہ احمدی انگریزوں کے دشمن ہیں۔ تو

احمدیوں کے خلاف اُریاں

لکھنے لگ جاتے ہیں۔

غرض

فتنہ پرداز لوگ

اس طرح ایک طرف تو حکومت کو ہمارا فتنہ آکساتے۔ اور دوسری طرف مسلمانوں سے لڑاتے ہیں۔ اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ کانگرس سے مل کر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ

ہمیں جو کچھ ملنا تھا۔ مل چکا ہے

حضرت سیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی کہا گیا۔ اور دودھ بھے بھی کہلا یا گیا۔ کہ کیا حکومت اگر کوئی خطاب دے۔ تو اسے قبول کر لیا جائے گا۔ میں نے کہا اگر حکومت ایسا کرے گی۔ تو وہ میری تنگ کرے گی۔ ہمیں خدا تعالیٰ سے جو کچھ مل چکا ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر حکومت کیا دے سکتی ہے۔ اپنے متعلق خطاب کا ذکر تو الگ رہا۔ اگر جماعت احمدیہ کا کوئی شخص بھی خطاب کے متعلق کچھ پوچھتا ہے۔ تو میں اسے یہی کہتا ہوں۔ کہ بھے تو انسانی خطاب سے گمن آتی ہے۔ احمدی کہلانے سے بڑا خطاب اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت سیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آپ کے والد صاحب کو خیال تھا۔ کہ ان کا گزارہ کس طرح چلے گا۔ نہ تو یہ جائداد کا انتظام کر سکتے ہیں۔ اور نہ نوکری کرنا چاہتے ہیں

قریب کے گاؤں کا ایک سکھ

تھا۔ اس کے دو بیٹے دادا صاحب کے پاس آیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے سنایا۔ کہ بڑے مرزا صاحب نے ایک دفتر مجھے کہا۔ تم جاؤ غلام احمد تہاری عمر کا ہے۔ اسے سمجھاؤ۔ کہ اگر وہ جائداد کا انتظام نہیں کر سکتا۔ تو اسے ملازم کرا دوں۔ میں نے جا کر کہا۔ آپ کے والد صاحب ناراض ہو رہے ہیں۔ کہ آپ کوئی کام نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں۔ کیا مجال ہے کہ مکتوں پر پڑے رہوں گے۔ اگر کہو تو ملازم کرا دیں۔ حضرت سیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسنکر فرمایا۔ والد صاحب تو یہ نہیں فکر کرتے ہیں۔ انہیں کہہ دو۔ میں نے

جس کا نوکر ہونا تھا مولیا

ہوں۔ باوجودیکہ داد صاحب دُنیادار آدمی تھے۔ اس سلسلہ کا بیان ہے۔ کہ جب میں نے انہیں جا کر کہا۔ کہ وہ بھگتے ہیں۔ تو خاموش ہو گئے۔ اور پھر کہا۔ اگر اس نے یہ کہا ہے۔ تو سچ کہتا ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

پس ہم اس کے قائم کئے ہوئے سلسلہ کو چلانے والے ہیں۔ جو دُنیا کی نوکریوں سے آزاد تھا۔ دُنیادار نوکریوں کی غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ دُنیادار مفاد حال کے جائیں۔ ہمارے پاس تو وہ کاغذات پڑے ہیں۔ جن میں حکومت کی طرف سے لکھا ہے۔ کہ وہ ہمارے خاندان کی پھر پہلی حالت بحال کرے گی۔ یہ تحریریں حکومت تسلیم کرتی رہی ہے۔ مگر ہم نے ان کو کبھی اتنی بھی وقعت نہ دی۔ جتنی رومی کاغذ کو دی جاتی ہے۔ کبھی ہم نے ان کی بنا پر حکومت سے کچھ مانگا؟ قطعاً نہیں۔ ملک میں ہزاروں لوگ ایسے ہیں۔ جنہوں نے حکومت کی چھوٹی چھوٹی خدمات کیں۔ اور حکومت نے ان کو رتبے دیئے۔ مگر

کیا ہم نے کبھی حکومت سے کچھ مانگا؟

یا جماعت کی خدمات کی بنا پر کچھ مانگا۔ جنگ عظیم میں ہم نے تین ہزار کے قریب افراد ہمایا کئے۔ اور ہزاروں روپیہ خرچ کیا۔ اتنی ہی تعداد ایک شخص کی طرف منسوب کی گئی۔ حالانکہ اس نے اتنے آدمی نہ دیئے تھے۔ اسے سر کا خطاب مل گیا۔ مگر

ہم نے کچھ نہیں مانگا

اگر ہماری خدمات دُنیادار اغراض کے ماتحت ہوتیں تو کبھی تو اس کا کوئی نشان ظاہر ہوتا۔ باوجود اس کے اگر حکومت کو یہ خیال ہو۔ کہ ہم اس سے جاہ طلبی کرتے ہیں۔ تو یہ اس کی غلطی ہے۔ ہمیں جو کچھ ملنا تھا۔ وہ اسی وقت مل گیا۔

جب ہم نے حضرت سید محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت سید علیہ السلام پر بھی یہی الزام لگایا گیا تھا کہ وہ اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہود ان کے پاس گئے اور سوال کیا۔ کہ کیا ہم قبیلہ کو مالیہ نہ دیں۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا وہ درہم تو دکھاؤ۔ جو تم کو دینا پڑتا ہے۔ جب انہوں نے درہم دکھایا۔ تو آپ نے کہا۔ اس پر کس کی تصویر ہے۔ یا کس کا نام ہے۔ ان کے بتانے پر کہ قبیلہ کا۔ انہوں نے کہا۔ بس پھر جو قبیلہ کا ہے۔ وہ قبیلہ کو دو۔ اور جو خدا کا ہے۔ وہ خدا کو دو۔

پس ہم بھی

خدا کے لئے

وہی مانگتے ہیں۔ جو خدا کا ہے۔ اور خدا کو پنجاب یا ہندوستان کی کیا ضرورت ہے۔ وہ بول چاہتا ہے۔ اور ہم بھی اس کے لئے لوگوں کے قلوب ہی طلب کرتے ہیں۔ دُنیادار حکومتوں سے ہمیں کیا کام۔ مگر میں یہ بزدلی سے نہیں کہتا۔ بلکہ دیانت داری

ہمارا حکومت کوئی ٹکراؤ نہیں

یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اس کا میدان عمل اور ہے۔ اور ہمارا اور ہے۔ لیکن اگر وہ خود ہم سے ٹکرائے گی۔ تو اس کا وہی حال ہوگا۔ جو کہنے کے پتھر سے ٹکرانے والے کا ہوتا ہے۔ ہمیں وفاداری کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور ہم اس پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ مگر اس قسم کے کتے جو ہمارے پیچھے چھوڑے گئے ہیں۔ اور حکومت ان کا تدارک کر کے ان کے ضرر سے ہمیں نہیں بچاتی۔ خدا تائے کی گرفت سے ہمیں بچ سکتے۔ خدا تائے ضروران سے بدلہ لے گا۔ اور حکومت بھی جلد اس کا انداد نہ کرنے کے سبب سے زیر الزام آئے گی۔

ہماری من پسندی

کی تو یہ حالت ہے۔ کہ بعض مقامی حکام نے احراریوں کے جلسہ کے موقع پر جب حکم دیا۔ کہ احمدی اپنے پاس کھیرے نہ رکھیں۔ تو میں نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی ہدایت کر دی۔ حالانکہ کھیروں سے کسی کو کیا نقصان پہنچ سکتا تھا۔ کھیرہ سے کبھی کسی نے کسی پر حملہ کیا۔ اس سے کبھی کوئی غم نہ ہوا۔ کبھی اس سے کسی نے کسی کی آنکھ ہی پھوٹی ہے۔ ایسا ناقصوں کا کون ہوگا۔ کہ دو آنے کی سوٹی جو کام کر سکتی ہے۔ وہ دو اڑھائی سو روپے کھیرے سے لے۔ مگر احراریوں کے جلسہ پر حکم دیا گیا۔ کہ

احمدی اپنے پاس کھیرے نہ رکھیں

ان سے فساد ہو جائے گا۔ اور اس کی وجہ صرف ان چھوٹے لفظوں کی یا سنا سناہوں کی شکایت تھی۔ جو ڈرتے تھے۔ کہ احمدی ہماری حرکات کی تصویر نہ لے لیں۔ اور جب ان کی شکایت کی غرض نہ سمجھتے ہوئے پرنٹنڈنٹ پولیس نے حکم دیا۔ کہ احمدی کھیرے نہ رکھیں۔ اس سے اشتعال ہوتا ہے۔ تو میں نے جماعت کو اس سے بھی منع کر دیا۔

پھر ایک لڑکے نے جو شری کا کام سیکھتا تھا۔

ایک کھڈ شک

بنائی۔ اس کا نام نیزہ رکھا گیا۔ اور اخباروں میں یہ خبر شائع کرانی گئی کہ قادیان میں نیزے پکڑے گئے ہیں۔ باوجود اس کے کہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ اور باوجود اس کے کہ ہم نے اس کے متعلق چیخ و پکار نہیں خود ہی آئی۔ ڈی کے پرنٹنڈنٹ صاحب کو کہا۔ کہ آپ میری اجازت سے اسی وقت ہماری در بندی کر کے تلاش لے لیں۔ تاکہ شک کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور چونکہ ہم خود راضی ہیں۔ قانون کا کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہر احمدی کے گھر کی تلاش لے لی جائے۔ کہ کس قدر نیزے احمدیوں کے گھر میں ہیں۔ لیکن انہوں نے کہا۔ کہ جب آپ نے کہا یا۔ کہ ایسا نہیں۔ تو اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کوئی افسر نہیں۔ جو آپ کے اذکار کو تسلیم نہ کرے گا۔ لیکن مقامی حکام نے اس خبر کی جو شائع ہوئی تھی۔ کوئی تردید نہ کی۔ بلکہ جب بعض حکام

کو سلسلہ کے نمائندوں نے کہا۔ کہ آپ ان شخصوں پر مقدمہ کیوں نہیں چلاتے جن کے پاس سے نیزے نکلے تھے۔ تو وہ بے اختیار بول اٹھے۔ کہ اصل بات یہ ہے۔ کہ وہ نیزہ نہیں۔ کھڈ شک تھی۔ اور قانوناً اس پر مقدمہ نہیں چل سکتا۔ مگر باوجود اس کے اس خبر کی تردید نہ کی گئی۔ اور ہمارے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا۔ جیسا کہ کہتے ہیں ایک شخص کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔ وہ کہنے لگا۔ خدا کی قسم فلاں عجل انتی سمت لڑائی ہوئی ہے۔ کہ کسی لاکھیں پڑی ہیں۔ جب اس سے پھر پوچھا گیا۔ تو کہنے لگا۔ قرآن کی قسم سیکڑوں زخمی ہو گئے ہیں اسے کہا گیا۔ اپنی جان کی قسم کھا کر بتاؤ۔ تو کہنے لگا صرف دو آدمی مارے گئے ہیں۔ پھر کہا گیا۔ سچ سچ بتاؤ۔ تو کہنے لگا۔ ایک آدمی کے خراش آئی ہے۔ اور جب کہا گیا۔ کہ صحیح صحیح بتاؤ۔ بات کیا ہے۔ تو کہنے لگا۔ دو بلیاں لڑ رہی تھیں۔

حس رنگ میں ہم نے خبر سنی تھی۔ ہر تحقیق کے بعد اس میں کمی آتی گئی۔ مگر جن لوگوں نے یہ سب جھوٹ بولا تھا۔ انہیں کوئی باز پرس نہ ہوئی۔ اور اخباری لحاظ سے یہ خبر اب تک قائم ہے۔ اور ایک پرائے سلسلہ کے نام پر

ایک بد نما دھبہ

ہم نہیں جانتے۔ کہ یہ خبر ایٹھٹی ایڈیٹر پریس میں کس نے شائع کر لی۔ مجسٹریٹ ملازنے یا ڈپٹی کمشنرنے۔ یا سپرنٹنڈنٹ پولیس نے۔ بے شک ہم بھی دریافت کر سکتے تھے۔ کہ یہ بات کس نے بنائی اور پھیلائی۔ لیکن اگر ہم ایسا کرتے۔ تو جھوٹ رپورٹ کر دی جاتی۔ کہ سرکاری آڈیو کے کام میں دست اندازی کی جاتی ہے۔ اس کے متعلق حکومت ہی پتہ لگا سکتی تھی۔ اور معلوم کر سکتی تھی۔ کہ

کس نے جھوٹ بولا

اور ایٹھٹی ایڈیٹر پریس کو کس نے یہ خبر مہیا کی۔ مگر باوجود ہمارے بار بار کہنے تو خبر نہیں کی جاتی۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایسے افسر ہیں۔ جو ہم سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اور وہ حکومت کے بھی وفادار نہیں ہیں۔ اور وہ اس قسم کی تحقیق سے حکام بالا کو باز رکھتے ہیں۔

غرض ہمارے خلاف ایسی کارروائیاں کرانی جاری ہیں۔ جو نہایت اہمال دلائل اور وقت کی گنجنت کرنیوالی ہیں۔ جس اس وقت انکی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا۔ بعض متعلق تو میں نے خطبات میں بیان کر چکا ہوں۔ اور بعض کے متعلق جو شکوہ تھا۔ اسکا نسبت میں نے لکھی ہے۔ کہ حکومت کے جھڈ شکے ہو گیا ہے۔ مگر اعلیٰ احکام سے انکر جو کچھ ملتا ہے۔ وہ جو حرکات کرتا ہے۔ وہ آپ جاری ہیں اور احراریوں کو انکی وجہ زیادہ سے زیادہ شرارت کر چکی جو ات

نہ ہی ہے حکومت کا فرض ہے کہ تحقیقات کر کے ایسے افسروں کو نرادر۔ اور اس فرض کے خلاف شرارت اور وقت بھیلانے والوں کی شرارتوں کا انداد کرے ہمیں تو حضرت سید محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قصی کر دیا ہے۔ مگر ساری دُنیا تو قصی نہیں ہے۔ لوگ بھی ہیں۔ جو حکومت سے مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اس وقت حکومت کو ہماری مدد کی ضرورت ہوگی۔ ہم خواہ اس وقت اس مدد کی حکومت کو اتنا ہی ضرورت ہے۔ کہ ہمیں یہ بزدلی سے نہیں کہتا۔ بلکہ دیانت داری

کی مدد کے طالب ہونا پڑا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ احمدی رسول کو ہم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اور صحرا خاراؤں میں شائع کرتے ہیں۔ کہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرے۔ اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ مطلب یہ کہ

احمدیوں کو قتل کرنا

جائز ہے۔ اور عوام کو چاہیے۔ کہ احمدیوں کو قتل کریں۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک ہم نہیں کرتے بلکہ وہ خود کرتے ہیں۔ وہ کسی شخص کو جھٹھا کر فیصلہ کرالیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک وہ کرتے ہیں یا ہم۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو کہتے ہیں کہ بعد از خدا بشارت محمد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئی ہے۔ اگر کفر ایسا بود بخدا سخت کا فرم یعنی خدا تاملے کے بند

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے

میں محو ہوں۔ اس کا نام اگر کفر ہے۔ تو خدا کی قسم میں سخت کا فر ہوں۔ یہ ہمراہ عقیدہ ہے۔ مگر کہہ ایہ جاتا ہے۔ کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ پھر باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بروز شہرے۔ اور آپ کے حلیے میں آئے۔ آپ کا ادب آپ کے دل میں اس قدر تھا۔ کہ آپ کی آل و اولاد کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ ان کے لئے جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاکردی کے تعلق سے آپ کی اولاد کا اس درجہ پاس کرتے تھے :

غزین رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو عزت ہمارے

دل میں ہے۔ اسے نہ نظر رکھتے ہوئے ہم تسلیم ہی نہیں کر سکتے کہ کسی اور کے دل میں اس سے بڑھ کر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت

ہو سکتی ہے۔ پھر پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت بچانے اور آپ کی توقیر قائم کرنے کے لئے آگے ہم آتے ہیں۔ یا وہ۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے مذاہب کے بزرگان لوگ گالیاں دیتے ہیں۔ تو کون ان گالیوں کو روکنے کے لئے اٹھتا ہے۔ اور اس کے

مقابلہ میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں

دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ پھر انگلستان۔ افریقہ۔ امریکہ اور دوسرے ممالک میں ہم جاتے ہیں۔ تاکہ وہاں کے لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں داخل کریں یا وہ عجیب بات ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تو ان کو ہو۔ لیکن آپ کی شان میں بدزبانی کرنے

دالوں کی حرکات سے دروہار سے دلوں میں پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے نمونہ سے بنا دیا ہے۔ کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتنی عزت رکھتے تھے۔ آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لے گئے۔ لیکن ہم جو مشہور آریہ تھا۔ آپ سے ملنے کے لئے آیا۔ اور اس نے آکر سلام کہا۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس نے سلام کیا۔ پھر بھی آپ نے جواب نہ دیا۔ تیسری دفعہ اس نے سلام کیا۔ پھر بھی آپ نے توجہ نہ کی۔ اس پر کسی نے آپ سے کہا۔ پنڈت لیکھرام سلام کہتے ہیں۔ اس پر آپ نے نہایت عفتہ سے کہا۔ اسے شرم نہیں آتی۔ میرے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے۔ اور مجھے سلام کرتا ہے۔ ہم پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کے الزام لگانے والوں میں سے کتنے ہیں۔ جو ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ان میں سے کئی ایسے ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید مخالفوں کی دعوتیں کھا لیتے۔ اور انہیں اپنے گھروں میں عزت سے بٹھاتے ہیں۔ اور اس وقت بھی وہ ہماری دشمنی کی وجہ سے ان کی خوشامدیں کر رہے ہیں :

غزین ہم اپنی جانیں دے کر اور اپنے مال قربان کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت بچا رہے ہیں۔ مگر انہوں نے کیا کیا ہے۔ یہی نہ کہ کچھ منہ دو مار ڈالے۔ اور اس طرح

اسلام کو بدنام کر دیا

یہ اسلام کو دنیا کی نظروں میں بدنام کرنے والے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دنیا کو متنفر کرنے والے تو آپ کے خیر خواہ۔ لیکن لاکھوں روپیہ

اسلام کی اشاعت کیلئے خرچ کر نیوالی

اور ہزاروں آدمیوں کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیاں دنیا میں پیش کرنے والی جماعت آپ کی دشمن ہو گئی۔ ہم نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ۔ افریقہ اور امریکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دینے والوں کو مسلمان بنا رہے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا ایک نو مسلم نے مجھے لکھا۔ کہ میں پہلے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ مگر اب آپ کے مبلغ کے ذریعہ مجھ پر یہ اثر ہوا ہے۔

کہ میں اس وقت تک نہیں سوتا۔ جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بیج لوں۔ کیا یہی وہ ہتک ہے جو ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کر رہے ہیں :

پھر ہم پر یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم سر ہتک حضرت علیہ السلام کی دادیوں اور نانیوں کی کرتے ہیں۔ مگر اس الزام کے لگانے والوں کو یہ بھول جانا

کہ وہ ایک حدیث پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ کوئی مولود نہیں خواہ مرد ہو خواہ عورت جسے شیطان نے نہ چھووا ہو۔ سوائے حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کے اور کیا ان کے اس حدیث کو پیش کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے۔ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ اور والد اور خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح حملہ کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ حضرت ابراہیمؑ حضرت یعقوبؑ حضرت اسحاقؑ اور دوسرے انبیاء کو بھی انہی میں شامل کر رہے۔ جن کو شیطان نے چھووا۔ یہ لوگ منبروں پر چڑھ کر یہ کہتے ہوئے تو ذرا انہیں شرماتے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ دادے۔ اور آپ کی دادیاں نانیاں سب کو شیطان نے چھووا۔ مگر جب کسی لوگ ان کی ان باتوں سے فائدہ اٹھا کر حضرت مسیحؑ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت ثابت کرتے ہیں ہم اس کے خلاف کہتے۔ اور ان باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ تو ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دادیوں اور نانیوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ ہے ان کی غیرت کا حال :

پھر وہ

امہات المؤمنین کو گالیاں

دیتے ہیں۔ اور آیت ان تنو بالحق اللہ فخذت دھفت قلوبہا کے یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں سے کہا گیا ہے۔ تمہیں توبہ کرنی چاہیے تمہارے دل گندے ہو چکے ہیں۔ ان کی تفسیروں میں لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے دل گندے ہو گئے تھے۔ لیکن ہم لوگ ان منوں کے منکر ہیں۔ ہمارے نزدیک امہات المؤمنین پاک بشار اور تقویٰ کی اعلیٰ راہوں پر چلنے والی ہماری مقدس مائیں تھیں۔ اور اس آیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ اے ہمارے پیغمبر کی بیویو اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف جھکو۔ تو فیصل تمہارے مقام کے عین شایان شان ہے۔ کیونکہ تمہارے دل تو پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف جھک رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے یہ لوگ ہمارے متعلق کہتے ہیں۔ کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں

پھر

کوئی نبی نہیں

جس کی انہوں نے ہتک نہ کی ہو۔ ہر ایک کے خلاف ایسے ایسے گندے الزامات ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جنہیں کوئی شریف انسان سن بھی نہیں سکتا۔ اگر ہمارے خلاف ان کا یہی طریق عمل جاری رہا۔ اور ہمیں انکے لڑ بچے کو شائع کرنا پڑا تو میرے گورنٹ کی شائع نہ کرو۔ اس سے فساد ہوتا۔ لیکن وہ ان کو کوئی الزام لگانے سے نہیں روکتی۔

پھر فادیان میں

منافق بنائے جاتے ہیں

اور بعض سرکاری افسران کو اپنے ساتھ لے کر پھرتے ہیں کسی کو انفارم بنایا جاتا ہے۔ کسی کی کسی تثنیٰ کی سفارش کی جاتی ہے گویا افسر جاتے ہیں۔ کہ ہم میں نافر قہر پیدا کر کے تماشا دیکھیں۔ ہمارے لاہور کے غیر مباح و دست کہا کرتے ہیں۔ فادیان میں کہاں منافق ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ احمدیوں کی وہاں حکومت نہیں۔ مگر وہ یہود اور مسکریوں کو بھول جاتے ہیں۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام آئے۔ اس وقت ان کے پاس کہاں حکومت تھی۔ مگر اس وقت بھی منافق تھے۔ غرض سارے ہندوؤں میں ہمارے خلاف آگ لگی ہوئی ہے فتنہ پردازوں کی چونکہ نواب اور رئیس مدد کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں جرأت ہو رہی ہے۔ پھر کچھ اس لئے عام مسلمانوں سے ان کو مدد مل جاتی ہے۔ کہ ہمارے خلاف لوگوں میں وہ یہ غلط بیانی کرتے ہیں۔ کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اور وہ اس ہتک کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں۔ غرض ہر جگہ ہمارے خلاف بڑا جوش پایا جاتا ہے۔ ہماری جماعت کے بعض دوست اس جوش کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں۔ کہ

اخبار "زمیندار" اور "احسان"

نے فلاں غلط بیانی اور فتنہ پردازی کی۔ اس لئے جوش پیدا ہوا۔ یا یہ کہ فلاں بات پیدا ہوئی۔ اس لئے لوگ مشتعل ہو رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ اور آج میں اس مخالفت اور اس

مخالفتانہ جوش و خروش کا سبب

بنانا چاہتا ہوں۔ ظاہری اسباب کو دیکھ کر یہ کہنا کہ مخالفت ان کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے کوئی تاون قلم ہٹا دیکھ کر سمجھے کہ قلم کھ رہا ہے۔ حالانکہ قلم کو ہلانے والا ہاتھ ہوتا ہے۔ ہاتھ کو ہلانے والا بازو ہوتا ہے۔ اور بازو کو ہلانے والا دماغ ہوتا ہے۔ اور دماغ کو قوت ارادی ظاہری ہوتی ہے یہی حال یہاں ہے۔ اس مخالفت کی وجہ اور ہی ہے۔

در اصل

بمیوں کی بعثت کی غرض

جماعت بنانا نہیں ہوتی۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چونکہ جماعت بنادی ہے۔ اس لئے وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن اگر انبیاء کی غرض جماعت بنانا ہی ہو۔ تو سر نبی کوئی نبی نہائی جماعت ہی لے لیتا۔ پھر جماعتیں تو دنیا کے لیڈر بھی بنا لیتے ہیں۔

بعض لوگ انبیاء کی بعثت کی غرض فتح پانا اور غالب ہونا

سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بھی کوئی ایسی چیز نہیں۔ یہ اپنی کوشش سے ہی لوگوں کو حاصل ہو جاتی ہے۔ جاپانیوں اور انگریزوں کے لئے کون بنی آیا۔ کہ انہوں نے اتنی ترقی کی۔ ہم بھی اگر بادشاہ بن جائیں اور دنیاوی ترقی حاصل کر لیں۔ تو ہم کون سے تیس مارخان بن جائیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت تلوار کے ذریعہ قائم نہ ہوئی تھی۔

ایک یورپین

مصنف لکھتا ہے۔ کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار چلائی۔ اور تلوار کے ذریعہ اسلام پھیلا یا مگر سوال یہ ہے۔ کہ ان کو تلوار چلانے والے کہاں سے حاصل ہوئے۔ بات یہ ہے۔ کہ روحانی جماعتوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے فتح حاصل ہوتی ہے۔ نہ کہ اپنی طاقت سے پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ

انبیاء جماعت کیوں بناتے ہیں

اصل بات یہ ہے۔ کہ انبیاء دنیا میں جماعت نہیں۔ بلکہ پاک اور مقدس جماعت بنانے کے لئے آتے ہیں۔ اور تقدس جو ہوا کرتا ہے۔ وہ آسمان سے نہیں اترتا۔ الہام اور وحی آسمان سے اترتی ہے۔ اور نبوت بھی آسمان سے اترتی ہے۔ مگر

تقدس آسمان سے نہیں اترتا

اور نہ بازاروں سے مل سکتا ہے۔ یعنی چندے دینے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو موجودہ زمانہ میں راکٹ اور کاربنک وغیرہ سب سے زیادہ تقدس رکھتے۔ کیونکہ انہوں نے کروڑوں روپے رفاہ عام کے لئے خرچ کئے۔ ایک شخص کے متعلق چھپا تھا۔ کہ اس نے

ایک ارب سے زیادہ روپیہ

اپنی زندگی میں بطور صدقہ دیا۔ بعض ایسے بھی لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے اپنا سب کچھ صدقہ میں دے دیا۔ اور جب سر تو پیچھے کوڑی بھی باقی نہ تھی۔ اگر روپیہ سے تقدس مل سکتا۔ تو یہ لوگ سب سے بڑے مقدس ہوتے۔ پھر تقدس کہاں سے آتا ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے۔

تقدس دو طرح سے آتا ہے

پہلے عارضی طور پر اس وقت آتا ہے۔ جب کوئی شخص خدا کے رسول یا اس کے خلیفہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتا ہے۔ جیسے مباح شادیوں میں گلاب پاشی کی جاتی ہے۔ اسی طرح بیعت کرنے والے پر خدا کے فرشتے تقدس چھڑکتے ہیں۔ مگر جس طرح باہر کی خوشبو خواہ کتنی قیمتی ہو۔ اسنا ہے شاہی زمانوں میں ہزار ہزار روپیہ تو لگا کر بھی ہوا کرتا تھا۔ وہ ساری عمر نہیں رہتی۔ اسی طرح باہر کا تقدس بھی ہمیشہ نہیں رہتا۔ ہمیشہ رہنے والا تقدس اندر کا ہی ہوتا ہے۔ ہزار روپیہ

تو لہ والا عطر کچھ عرصہ کے بعد اڑ جاتا ہے۔ مگر کپاس روپیہ کی کتوری کی خوشبو قائم رہتی ہے۔ تو اندرونی خوشبو قائم رہتی ہے۔ اور بیرونی عارضی ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کے نبی یا اس کے خلیفہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس خوشی کے موقع پر

تقدس کا پانی

اس پر چھڑکتے ہیں۔ تاکہ اس کے ناک کو تقدس کی خوشبو سے آشنائی حاصل ہو جائے۔ اور وہ دھوکہ نہ کھائے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتا ہے۔ ان الذین ینیبوا لیحیونک انما ینیبوا لیحیون اللہ ین اللہ فوق ایدیہم (فتح پخ) یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کو لگا۔ اللہ تعالیٰ چونکہ قدوس ہے۔ اس لئے جب قدوس کا ہاتھ بیعت کرنے والے کو لگتا ہے۔ تو اسے تقدس کی خوشبو آنے لگ جاتی ہے۔ یہ

عارضی تقدس

اس وقت ملتا ہے۔ جب کوئی شخص بیعت میں داخل ہوتا ہے اس وقت الوہیت کا جامہ پہن لیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی صفات کے آثار سے نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ مگر یہ نمونہ ہوتا ہے۔ لے آگاہ کر کے خوشخبری دینے کے لئے۔ اس کے بعد اگر وہ اپنے اندر تقدس نہ پیدا کرے گا۔ تو بیرونی تقدس اڑ جائے گا۔

جب کسی شخص سے تقدس کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ تو جس طرح کئی

شکاری کتے

ہوتے ہیں۔ انہیں اگر کسی چور کے کپڑے کی خوشبو لگھا کر چھوڑ دیا جائے۔ تو وہ دس دس بلکہ سو میل تک بھی پیچھے جا کر اسے پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حکومت میں بھی ایک شکاری کتا جسے تقدس کی خوشبو سے دشمنی ہے۔ اور جس میں اسے یہ خوشبو آئے۔ اس پر دیوانہ وار حملہ کرتا ہے۔ اس کا نام

شیطان

ہے۔ جہاں اسے تقدس کی خوشبو آئے گی۔ وہاں دوڑ کر جا لگا اور کوشش کرے گا۔ کہ جس سے خوشبو آتی ہے۔ اسے چیر ڈالے۔ جب خدا کا ہاتھ کسی کے ہاتھ پر نبی یا خلیفہ کے ذریعہ رکھا جاتا ہے۔ تو اسے تقدس کی خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ اور اس پر شیطان حملہ کر دیتا ہے۔ پہلے آدم نے جب خدا تعالیٰ سے تقدس کی خوشبو پائی۔ تو اس سے شیطان نے سوکھی۔ اب جہاں وہ خوشبو پاتا ہے۔ اس پر دوڑ پڑتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پیچھے دوڑا۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام آئے۔ اور انہوں نے خوشبو پانی توڑنے کے پیچھے دوڑا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے۔ اور ان کے ذریعہ یہ خوشبو پھیلی۔ تو ان کے پیچھے دوڑ پڑا۔ پھر حضرت کرشن جی حضرت رام چندر جی۔ حضرت ذرشت۔ حضرت یسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے۔ تو ان کے پیچھے دوڑا۔ اگر ان سب میں

ایک ہی قسم کی خوشبو

نہ ہوتی۔ تو ان پر شیطان کا حملہ بھی ایک ہی رنگ میں نہ ہوتا چونکہ ان کی خوشبو ایک ہی طرح کی تھی۔ اور وہ الوہیت کی خوشبو تھی۔ اس لئے شیطان نے ان کے زمانوں میں حملہ بھی ایک ہی رنگ میں کیا۔ اب وہی کتا ہمارے پیچھے دوڑ پڑا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے تقدس کی خوشبو ہم میں پیدا ہو چکی ہے اس لئے شیطان سے تعلق رکھنے والے اس خوشبو کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اور جس طرح شکاری کتا بولے کے پیچھے دوڑتا ہے اسی طرح وہ ہمارے پیچھے دوڑتے اور ہمیں بلا تصور اور بغیر گناہ کے قتل کرنا اور تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَقُلْنَا اِهْبِطُوا الْبَصُرَ لِبَعْضِ عَذَابِكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا اَلْحٰیۡمِۡنِۡۙ** یعنی اسے آدم کی اولاد جاؤ۔ تم جہاں بھی جاؤ گے شیطان تمہارے پیچھے لگا رہے گا۔

پس جب کوئی آدم بننے کی کوشش کرتا ہے۔ تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ وَلَا نَبِیٍّ اِلَّا اَذٰتُمْنِیَ الْعٰی الشَّیْطٰنِ فِیْ اٰمٰنِیَّتِهٖ فِیْسَمُھُۙ اَللّٰھُ مَا یَلْقِی الشَّیْطٰنِ ثُمَّ یَحْکُمُ اللّٰھُ اٰیٰتِہٖۙ وَ اللّٰھُ عَلِیْمٌ حٰلِیْمٌۙ لِّیَجْعَلَ مَا یَلْقِی الشَّیْطٰنَ فِتْنَةً لِّلَّذِیۡنَ فِیْ قُلُوْبِہِم مَّرَضٌ وَ الْقٰسِیۡۃُ قُلُوْبِہِم وَاِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَفِی شِقَاقٍ اٰیٰتِہٖۙ**

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم نے تم سے پہلے کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں بھیجا۔ کہ جب اس نے ارادہ کیا۔ اور سکیم بنائی۔ تو شیطان نے اس کے رستے میں روکیں نہ پیدا کرنی شروع کر دی ہوں۔ ہاں اللہ تعالیٰ ایسی جود کے بعد شیطان کی روکوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور ان باتوں کو قائم کر دیتا ہے۔ جو اس کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اللہ بڑا جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہے۔ اللہ کیوں ایسا کرتا ہے۔ لے لے کہ نبی مقدس جماعت بنائے۔ جب شیطان روکیں پیدا کرتا ہے۔ تو جن کے دلوں میں بدی ہوتی ہے۔ اور جن کے قلوب سخت ہوتے ہیں۔ وہ اس کی بات مان لیتے ہیں۔ اور بلا وجہ

مومنوں پر ظلم کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور ایسے ظالم دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بنایا ہے۔ کہ **جب کوئی نبی آتا ہے**

اور وہ لوگوں کی اصلاح کی تبادیز کرتا ہے۔ تو شیطان روکیں ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ تاکہ مومنوں اور منافقوں کو الگ الگ کر دے۔

وہ جو ہمیں کہتے ہیں۔ کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسرے انبیاء کی ہنک کرتے ہیں۔ اگر انہی آیات کو سے لیا جائے۔ تو وہ ان کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں۔ کہ

شیطان نے سب انبیاء پر تعریف کیا

حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس نے تعریف کر لیا تھا۔ اور آپ کی زبان پر بتوں کی تعریف جاری کر دی تھی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ رسول کی تعریف ہوتی ہے۔ کہ لوگ پستے مومن اور مقدس انسان بن جائیں۔ اور شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ مقدس نہ بنیں۔ وہ ان کے پیچھے دوڑتا ہے۔ کہ ان کو مقدس بننے سے پہلے ہی چیر پھاڑے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ ان عبادی لسیں

لست علیہم سلطان یعنی

خدا کے بندہ پر شیطان کا تعریف نہیں ہو سکتا شیطان کوشش کرتا ہے۔ کہ خدا کا بندہ بننے سے پہلے پہلے تعریف جمائے۔ اس طرح دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔ تب جو کر دہ ہوتے ہیں۔ وہ شیطان کے قبضہ میں آ جاتے ہیں۔ اور جو طاقت رکھتے ہیں۔ وہ خدا کی مقدس جماعت میں شامل ہوتے جاتے ہیں۔

انبیاء کی جماعتوں کے مقابلہ میں فتنے

اس لئے کھڑے کئے جاتے ہیں۔ کہ کمزور ظاہر کر دیے جائیں پہلے تو وہ بھی عقلمندی دیر دوڑتے ہیں۔ مگر پھر سمجھتے ہیں۔ ہمارا تو کوئی نقصان نہیں۔ ہمیں تو شیطان کے چیلے کچھ نہ کہیں گے۔ اس طرح وہ مقدس جماعت سے گرنے چلنے ہیں۔ اور جماعت صاف ہوتی جاتی ہے۔

دو اسل گرنے والے وہی ہوتے ہیں۔ جن کے اندر تقدس پیدا ہی نہیں ہوا ہوتا۔ در نہ جس میں تقدس پیدا ہو جائے۔ وہ کبھی

شیطان کی لوگوں کے تصرف میں

نہیں آسکتا۔ اور ان میں شامل نہیں ہو سکتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے اپنے آپ کو شیطان کے آگے ڈال دیا۔ تو اس سے میرے

جسم سے تقدس کی خوشبو آجائے گی اور وہ مجھے پہچان لے گا۔ اور پھاڑ کر پھینک دے گا۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے۔ کہ لاہور کے حال کے الیکشن میں ایک الیکشن افسر کے سامنے جو ہماری جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک آدمی دوٹو دینے کے لئے پیش ہوا۔ یہ الیکشن مہندروں اور ڈاکٹروں کا تھا۔ اور دوٹو دینے والا شخص شکل و شبہات سے مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ مگر مہندروں کی طرف سے مہندوبن کر دوٹو دینے آیا تھا۔ اس احمدی افسر نے اسے ڈانٹا۔ کہ تو مسلمان ہو کر دوٹو دینے آیا ہے۔ تو اس نے گھبرا کر کہا۔ قرآن کی قسم میں مسلمان نہیں مہندروں۔ اس طرح وہ ظاہر ہو گیا۔ تو جس میں تقدس آجائے اس کا تقدس ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ شیطان اس کے پیچھے لگا ہوتا ہے۔ وہ آگے دوڑتا جاتا ہے۔ اور اسے خدا تعالیٰ پر بھروسہ ہوتا ہے۔ کہ وہ شیطان سے نہیں پھراؤں گیگا۔ اور مصیبت کتنی بھی لگی ہوتی جائے۔ اسکی رُوح مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ خواہ جسم کمزوری محسوس کرے۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام نے مصیبت کے وقت اپنے حواریوں سے کہا۔ آؤ میرے ساتھ دعا کرو۔ مگر وہ گھٹا ڈیرہ گھنٹہ بھی ان کے ساتھ دعا نہ کر سکے۔ اس وقت کی

حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا

کے الفاظ کتنے دردناک ہیں۔ کہتے ہیں۔ میری رُوح تو مستعد لیکن جسم کمزور ہے۔ یعنی رُوح تو مصیبت پر لٹکنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن جسم چاہتا ہے۔ کہ یہ پالیہ ٹل جائے۔ یہی مومن کی حالت ہوتی ہے۔ ایک طرف تو وہ رضا بالقبض ہوتا ہے۔ کہ جو ہونہے ہو جائے۔ مگر اس کا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اگر یہ مصیبت ٹل جائے۔ تو اچھا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کبھی نہیں چھوڑتا۔ جب تک مومن ہر قسم کے ابتلا میں سے نہ گزرے۔

چنانچہ فرماتا ہے **اِنَّ حَسْبَہٗم اِنَّ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَاِنَّمَا یَاۡتِیْکُمْ مِّثْلَ الَّذِیۡنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ مَسْتَهْمِلِیۡۤسَاءَ وَ اَلضَّرَّ اِذْ زَلُّوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الْمُرْسُوْلُ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوْا مَعَهُۥ مَتّٰی نَصَرَ اللّٰھُ اِلَآ اِنَّ نَصَرَ اللّٰھُ قَسِیْمٌۙ** اے مومنو! اے مومنوں کی جماعت! کبھی یہ مدت خیال کرو کہ

بغیر مصیبتیں اٹھائے

تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ تم جنت کے پاس پہنچ جاؤ گے۔ اور اس میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تمہاری وہ حالت نہیں ہوئی۔ جو پہلے انبیاء کی جماعتوں کی ہوئی۔ کیا تمہاری مصیبتیں اس حد تک پہنچ چکی ہیں۔ جو پہلے انبیاء کی جماعتوں کو پہنچیں۔ ان کو مالی بھی۔ اور جسمانی بھی مصیبتیں پہنچیں۔ اور چاروں طرف سے لے سے خوب چھینچوڑا گیا۔ جس طرح جاننا کو برتن میں ڈال کر ہلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ والے ہیکار اٹھتے۔ کہ متھی نصر اللہ۔ اے خدا

ہماری مصیبتیں انہما کو پہنچ گئیں۔

تیری نصرت کہاں ہے

جب یہ وقت آجائے۔ ساری مصیبتیں آجائیں۔ پاؤں لڑھکائیں۔ دشمن اپنے سامنے خرابے استعمال کر چکے جسم آگے چلنے سے انکار کر دیں۔ دشمن کے کتے یعنی تمام اخلاق کو بالائے طاقت رکھ کر ظلم کرنے والے لوگ اپنے قریب پہنچتے ہوئے نظر آئیں۔ جسم بالکل جواب دے بیٹھے۔ تو بے احتیاطی دل سے نکلتا ہے

اے خدا تو کہاں ہے

اس وقت خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ الا ان نصرت اللہ قریب گھبراؤ نہیں۔ میں یہ تمہارے قریب ہی ہوں۔ تب سنت اللہ یہ ہے کہ جنگل بیابان میں جہاں پانی کا بھی نشان نظر نہیں آتا۔ جنت بنا کر مومنوں کے پاس رکھ دی جاتی ہے جگہ کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ حقیقت کے لحاظ سے چنانچہ آتا ہے۔

مومن کے پاس جنت لائی جاتی ہے

مومن کو وہاں نہیں لے جایا جاتا۔ جب مصائب انہما کو پہنچ جائیں۔ تو پھر چلنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ کہ مومن چلا کر جنت میں جا سکے۔ اس لئے جنت مومن کے پاس لائی جاتی ہے۔ وہ جن کے دل میں آخر تک کسی قسم کی بظنی نہیں آتی۔ وہ جو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ جو دین کے لئے ہر ایک قربانی کرنا اپنے اوپر خدا تعالیٰ کا احسان سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو جنت کے دروازہ پر کھڑا کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے میرے بندے! اب تو میرے سچے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ پس وہ بے گس۔ اور بے بس انسان جو مصائب کا مقابلہ کر کے ٹھک جاتا ہے۔ جس کا جسم چور چور ہو جاتا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ کے آگے گر جاتا ہے۔ اس کے لئے

خدا تعالیٰ جنت سمیت

سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ اور اسے کہتا ہے۔ یا ایہذا النفس العظیمة ارجعی الی ربک لا ضیہ مرصیہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کہ اے وہ جو نفس مطمئنہ تھا۔ یعنی جو مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہونے پر بھی خوش مضبوطی رہا تھا۔ مطمئن کے معنی ہیں۔ وہ جو ہلکا نہیں۔ پہلے بتایا تھا کہ مومن کو ہلایا جاتا ہے۔ اب فرماتا ہے۔ شیطان کی ذریت نے مسازور لگا با۔ کہ تجھے ہلائے۔ مگر تو اپنی جگہ پر قائم رہا۔ دنیا نے تیری قدر نہ کی۔ مگر تیرا پیدا کرنے والا رب تجھے نہیں چھوڑے گا۔ تو اپنے رب کی طرف آ جا۔ تیرے

رب نے اتنی مصیبتوں اور مشکلات کے ذریعہ تیرا امتحان لیا۔ اور تو پھر بھی خوش ہی رہا۔ جب تو اس حالت میں بھی اتنا خوش رہا۔ تو جو کوتاہیاں تجھ سے ہوئی ہیں۔ میں بھی ان کی وجہ سے ناراض نہیں۔ بلکہ تجھ پر خوش ہوں فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ پس اے میرے بندے تو نے شیطان سے بہت دکھ اٹھائے۔ اور میرا وعدہ تھا۔ کہ ان عبادی لیس لك عیدہم سلطان۔ جب کوئی میرا بندہ بن جاتا ہے تو پھر شیطان اس پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ آج میں تجھے اپنے بندوں میں داخل کرتا ہوں۔ اور جب تو میرا بندہ بن گیا۔ تو یہ میری جنت تیری جنت ہو گئی۔

پس فرمایا کہ جب جنت مل جائے۔ خواہ اس دنیا میں جو اگلی دنیا میں۔ پھر انسان

شیطان کے حملہ سے محفوظ ہو جاتا ہے

کہا جاتا ہے۔ حضرت آدم کو جب جنت سے نکالا گیا تو شیطان نے کہا۔ رب فانظرنی الی یوم یبعثون۔ کہ آپ ان بندوں پر اعتبار کرتے ہیں مجھے یوم یبعثون تک موقوفہ دیں۔ تاکہ میں ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا فانک من المنظرین نہیں ڈیل ہے جاؤ۔ جو کچھ کر سکتے ہو۔ کرو۔ لوگ کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے

شیطان کو انسانوں کے پیچھے لگا دیا

مگر دیکھو شیطان ہی اگر مومن کو جنت تک پہنچا گیا۔ شیطان پیچھے لگا۔ تو مومن آگے بھاگا۔ اور بھاگتے بھاگتے خدا تعالیٰ تک پہنچ گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اسے کہدیا۔ یہ ہے جنت کا دروازہ۔ اس میں داخل ہو جاؤ۔ گویا وہی شیطان جس نے آدم کو جنت سے نکالا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ایسی تدبیر کی۔ کہ اسی کے ذریعہ بندوں کو جنت میں داخل کر دیا۔

پس معلوم ہوا۔ کہ تقدس گھر بیٹھے سبجوں پر نہیں ملتا بلکہ کانٹوں پر لوٹنے۔ اور تلواروں کے نیچے گردن رکھنے سے متا ہے۔ اور یہ کانٹے شیطان بچھاتا۔ اور یہ تلواریں شیطان چلاتا ہے۔ شیطان حملہ کرتا ہے۔ تو

مومن جنت کی طرف دوڑتا ہے

اور جنت کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ پس یہ جو کچھ ہمہما سے خلافت ہو رہا ہے۔ یہ اخبار زمیندار "احسان" اور حکومت کے غدار افسر نہیں کر رہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مہی سنت اپنا کام کر رہی ہے۔ جس کے متعلق آتا ہے۔ ام حسبہم ان ندخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبکم مستہم الباساء والضعفاء وذلوا

حتى یقول الرسول والذین آمنوا منہ متی نصر اللہ۔ جب تم ان مصائب اور مشکلات میں سے گزرو گے۔ تب جنت میں داخل ہو سکو گے۔

مجھے مولوی عبد الکریم صاحب کا ایک لطیفہ

نہیں بھولتا۔ جو یہاں خوب چسپان ہوتا ہے۔ ایک صاحب جو اب زندہ ہیں۔ اس وقت نذر عمر لڑکے تھے۔ مسجد مبارک میں بیٹھے دعائیں کر رہے۔ اور رور و کر کہہ رہے تھے۔ الہی میرے گناہ معاف کر دے۔ مولوی صاحب گھر سے نکلے۔ تو ایسے جوش سے کہ اس وقت تو میں ڈر گیا تھا۔ مگر اب لطف آتا ہے۔ کھنے لگے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ اے اٹھا کر نیچے پھینک دوں۔ اس نے کون سے گناہ کئے ہیں۔ جن کی معافی مانگ رہا ہے۔

ہماری جماعت کے جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ مصیبتیں ٹل جائیں

وہ غور کریں۔ ابھی کونسی مصیبتیں آئی ہیں۔ جن کے ٹلنے کی خواہش رکھتے ہو۔ خدا تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔ کہ جب تک ایسی ہی مصیبتیں نہ آئیں۔ جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعتوں پر آئیں۔ اس وقت تک جنت میں داخل ہونے کی اہلیت نہیں پیدا ہو سکتی۔ لیکن کوئی ہے جو دیانت داری سے یہ کہہ سکے۔ کہ ایسی ہی مصیبتیں ہم پر آگئی ہیں۔ میں تو نہیں کہہ سکتا۔ اور کوئی ایک شخص بھی نہیں کہہ سکتا۔ صرف مصیبت کا آنا مراد نہیں۔ بلکہ ایسی مصیبتیں آئیں جیسی پہلے انبیاء کی جماعتوں پر آئیں۔ جب وہ آئیں۔ اور انسان اپنے آپ کو مومن ثابت کرے۔ تب جنت میں داخل ہوتا ہے۔ تو

شیطان ہمیں جنت کی طرف دھکیل رہا ہے

مگر افسوس یہ ہے۔ کہ آہستہ آہستہ دھکیل رہے۔ اور جس طرح آہستہ آہستہ روٹی دھنی جاتی ہے۔ اس طرح ہمیں دھنا جا رہا ہے۔ ہم مصائب مانگتے نہیں۔ مگر ان سے ڈر کر جھوٹی تدبیروں سے مصائب کو کم بھی نہیں کرنا چاہتے۔ مصائب کو لٹنے دو۔ جتنی کہ آتی ہیں۔ اور یقین رکھو۔ کہ

آخر کار شیطنیت ہی بھسم ہوگی۔

رہے کہ زور۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مصائب لانے ہی اس لئے جاتے ہیں۔ کہ کمزوروں کو الگ کر دیا جائے۔ پس کمزوروں کو الگ ہونے دو۔ ورنہ وہیں بیٹھے رہو گے۔ جہاں بیٹھے ہو۔ اور جنت میں داخل نہ ہو سکو گے۔ اور ذہنی بات ہوگی۔ جو ایک بزرگ نے اپنے شاگرد سے کہی تھی۔ انہوں نے شاگرد سے کہا۔ اب تم اپنے وطن جاتے ہو۔ مگر یہ تو بتاؤ۔ کیا وہاں شیطان ہوتا ہے۔ شاگرد نے حیران ہو کر کہا۔ آپ یہ کیا پوچھتے ہیں۔

شیطان لوہر جملہ ہوتا ہے۔
 بزرگ نے کہا۔ اگر شیطان تم سے مقابلہ کرے۔ تو تم کیا کرو گے
 انہوں نے کہا۔ میں بھی شیطان کا مقابلہ کروں گا۔ بزرگ نے
 کہا۔ اگر شیطان نے پھر حملہ کیا۔ تو کیا کرو گے۔ انہوں نے
 کہا پھر مقابلہ کروں گا۔ بزرگ نے کہا۔ اگر اسی طرح تم ساری
 عمر شیطان سے لڑتے رہے۔ تو خدا تعالیٰ کے پاس کب
 جاؤ گے۔ انہوں نے کہا۔ پھر آپ ہی بتائیں مجھے کیا کرنا
 چاہیے۔ بزرگ نے کہا۔ اگر تم کسی دوست کے پاس جانا چاہو
 اور اس کا خونخوار کتا تمہیں جانے نہ دے۔ تو کیا کرو گے
 انہوں نے کہا کتے کو مار کر بھگانے کی کوشش کرونگا۔ بزرگ
 نے کہا۔ کتا پھر آجائے تو۔ انہوں نے کہا کتے کے مالک
 کو آواز دوں گا۔ کہ اسے روکو۔ بزرگ نے کہا۔ شیطان کے
 متعلق بھی یہی کرنا۔ خدا تعالیٰ سے کہنا اشد میاں میں آپ
 کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ مگر شیطان آنے نہیں دیتا۔ اور
 رستہ روکے کھڑا ہے۔ آپ اس کتے کو باندھ دیں۔ پس وہ
 تذبذب کرے گا۔

شیطان پر غالب آنے کے لئے
 ہنروری میں۔ تاکہ بہشت کے اندر داخل ہو سکے۔ بعض لوگ
 غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے ایسی تدبیریں کرتے ہیں۔
 جن میں کمزوریوں کا تو لحاظ کیا جاتا ہے۔ مگر طاقت و زور
 کو آگے بڑھانے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ ایسا نہیں ہونا
 چاہیے۔

پھر اس وقت تک ہم نے جو قربانیاں کی ہیں۔ ان کے متعلق
 دیکھنا چاہیے۔ کہ ان کی کیا حقیقت ہے۔ کیا اسی قسم کی
 قربانیاں ہمارے دشمن نہیں کر رہے۔ ہم اموال صرف کرتے
 ہیں۔ تو وہ بھی ہمارے خلاف جملے کرتے ہیں۔ اور ان میں
 روپیہ پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ ان کے اخبار کی ضمانت ضبط
 ہوتی ہے۔ تو وہ اور جمع کر دیتے ہیں۔ گو ان چندہ دینے
 والوں میں سے اکثر بے خبر لوگ ہوتے ہیں اور شریر نہیں
 ہوتے۔ مگر بہر حال کچھ شریروں کی طرف سے اور کچھ بھولے
 بھالے فریب خوردہ لوگوں کی طرف سے رقوم جمع ہو جاتی
 ہیں۔ خدا تعالیٰ مومنوں کے متعلق فرماتا ہے۔ ات
 تکونوا قائلون فانہم یالسون کما قالون و
 توجون من اللہ مالاً یوجون وکان اللہ علیما حکیمان سورہ
 نساء ۱۱ یعنی اگر تم کو دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے۔ تو ان کو بھی
 پہنچتی ہے۔ مگر

مومن اور کافر کی قربانی میں کیا فرق
 ہے۔ اور وہ یہ کہ کافر جو قربانی کرتا ہے۔ وہ عقلاً نفع بخش
 ہوتی ہے۔ زمیندار کی تین ہزار روپیہ کی ضمانت ضبط ہوتی

تو باج نزار اسے آجاتا ہے۔ اور دو ہزار نفع ہو جاتا ہے۔
 اگر کوئی رعیت ہوتا ہے۔ تو اس میں بھی نفع میں رہتا ہے۔
 پس کافر قربانی میں نفع اور فائدہ کا امیدوار ہوتا ہے۔ اس
 کی مثال ایسی ہوتی ہے۔ جیسے کسان زمین میں غلہ پھینک
 رہا ہوتا ہے۔ لیکن مومن کی مثال یہ ہوتی ہے۔ کہ جیسے
 کوئی شخص سمندر میں غلہ پھینکے۔ لوگ اسے کہتے ہیں۔ کہ باگل
 ہو گیا۔ علی گڑھ اور اسلامیہ کالج لاہور میں لوگ چندہ دیتے ہیں
 تاکہ شہرت ہو۔ مگر صدر انجمن احمدیہ کو چندہ دینے سے کیا
 حاصل ہو سکتا ہے۔ لوگ گورنمنٹ کے خلاف تقریریں کرتے
 قید ہوتے ہیں۔ تو عوام میں عزت ہو جاتی ہے۔ لیکن ہماری
 جماعت کا اگر کوئی شخص ایسا کرے۔ تو ہم خود اسے ڈانٹیں گے
 کابل میں ہمارے آدمی مارے گئے

تو محمود طرزی سے ملنے کے لئے میں نے سید ولی اللہ شاہ صاحب
 کو بھیجا۔ جب انہوں نے کہا کہ حکومت کابل نے ہمارے
 آدمیوں کی حفاظت کا وعدہ کر کے ان کو مار دیا ہے۔ تو طرزی صاحب
 کہنے لگے۔ شکایت تو ہمیں ہونی چاہیے۔ کہ دو تین آدمیوں
 کے مارے جانے پر ساری دنیا میں تم نے ہمیں بدنام کر دیا نہ
 کہ تم کو۔ غرض ہماری قربانیوں کو کسی لٹاٹے میں شمار نہیں کیا جاتا
 لیکن یاد رکھو۔ قربانی کرتے کرتے ایک وقت آجاتا ہے جب
 مومن سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ اب ہم تباہ ہونے لگے۔ جب یہ وقت
 آتا ہے تبھی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم دشمنوں کی ایذا رسانیوں سے بچنے کے لئے مکہ اور
 مدینہ میں دعائیں نہ کرتے تھے۔ مگر ان کی قبولیت میں دیر ہوتی
 رہی۔ لیکن بدر کے موقع پر آپ نے جو دعا کی۔ وہ فوراً قبول
 ہو گئی۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک
 طرف مسلمانوں کو دیکھا۔ اور دوسری طرف کفار کو۔ اور سمجھا اب
 ظاہری طاقت اور ظاہری سامان کے ذریعہ مسلمان پیچ نہیں
 سکتے۔ اب مسلمانوں کی تباہی یقینی نظر آتی ہے۔ اس وقت
 آپ کے منہ سے دعا نکل گئی۔ اللهم ان اھلکنا
 ہذا العصابة فلو تعجد فی الارض ابداء۔
 اہی اگر آج یہ

مسلمانوں کا چھوٹا سا گروہ
 مارا گیا۔ تو پھر دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا
 تب خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ اور وہ کفار جنہیں
 ۱۳-۱۴ سال کی شرارتوں اور مخالفتوں کی سزا نہ
 ملی تھی۔ جھٹ پٹ مارے گئے۔ گویا ان کو مارنے
 کے لئے آسمان سے فرشتے اترے۔ یہی دعا حضرت
 مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی الہام کی گئی
 ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ

اسے اللہ یہ ہے کس جماعت ہے۔ اور یہی تیرا نام لینے والا ہے
 یہ اگر تباہ ہو گئی۔ تو اور کوئی تیرا نام لیوانہ رہے گا۔ اس سے
 پتہ لگتا ہے۔ ایک زمانہ جماعت احمدیہ پر ایسا آنے والا ہے۔
 جبکہ اس کی وہی حالت ہوگی۔ جو بد میں مسلمانوں کی تھی۔ ہم
 بدلہ ہتھیار ہوں گے۔ اور دشمن ہتھیار ہم ہتھوڑے ہونگے۔
 اور وہ بہت زیادہ۔ ہم بے کس و بے بس ہوں گے۔ اور دشمن
 کو ہر طرح کی شوکت میسر ہوگی۔ اس وقت

خدا تعالیٰ کا خاص نشان
 ظاہر ہوگا۔ مگر اس کے لئے ہنروری ہے۔ کہ ہم اپنے آپ
 کو اس مقام پر پہنچادیں۔ کہ ہمارے منہ سے خدا تعالیٰ کا نام
 لینے والے اور خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والے مرثیہ بنیں
 گویا ہماری عبادتیں دوسروں کی عبادتوں سے بالکل ممتاز ہوں
 ہماری قربانیاں دوسروں کی قربانیوں سے ممتاز ہوں۔ ہمارے
 قلوب میں وہ اخلاص اور خدا تعالیٰ کے عشق کی وہ آگ ہو
 کہ اگر اسے بجھا دیا گیا۔ تو پھر دنیا میں وہ نہ مل سکے۔ یہ چیز
 اپنے اندر پیدا کر لو۔ اور پھر دیکھو خدا تعالیٰ تمہارے لئے
 کیا نشان دکھاتا ہے۔
 اسے دوستو اور اسے عزیزو یاد رکھو۔

ابتلا اور ابتلا پر ابتلا آئیں گے
 مصیبت پر مصیبت آئے گی۔ تم جب تک چور چور ہو کر خدایا
 کے آگے اپنے آپ کو نہ ڈال دو۔ اور دشمن جب تک تمہیں
 کھینچنے کے لئے سازاورد نہ لگا لے۔ اور اس کے مقابلہ میں
 تم دیسی ہی ثابت قدمی نہ دکھاؤ۔ جیسی پہلے انبیاء کی جماعتیں
 دکھاتی رہی ہیں۔ اس وقت تک تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔
 اور نہ یہ باتیں مل سکتی ہیں۔ جو تمہیں پیش آرہی ہیں۔ یہ باتیں
 بڑھیں گی۔ اپنا سازاورد لگا کر دیکھ لو۔ حکومت کے آگے
 ناک رگڑ کر دیکھ لو۔ اگر اس کے پاس تم مخالفین کی گالیاں بھی
 سے کر جاؤ گے تو کبھی کہہ دیا جائے گا۔ یہ گالیاں نہیں۔ اور کبھی
 کہہ دیا جائے گا۔ تمہارے جیسے وسیع الاخلاق لوگ ایسی باتوں
 کی پروا نہیں کیا کرتے۔ غرض کچھ عیب نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ
 خدا تعالیٰ کا نشاۃ یہ ہے۔ کہ تم کو بیدار کیا جائے۔ میں یہ
 نہیں کہتا۔ کہ حکام کو ان کافرین یا ذنہ دلاؤ۔ ہمارا ان پر حق ہے
 اور ہم ایسا ضرور کرتے رہیں گے۔ نہ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ مخالفین
 کا مقابلہ نہ کرو۔ کیونکہ مشکلات کا مقابلہ کرنا شریعت کا حکم ہے
 میں صرف یہ کہتا ہوں۔ کہ یہ مشکلات بڑھتی ہی جائیں گی۔ جب
 تک تم وہ حالت نہ پیدا کر لو۔ جو میں نے بیان کی ہے۔
 حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔
 تین قسم کے لوگ
 ہماری جماعت میں ہیں۔ ایک وہ جو مجھے خدا کا مورا اور سر مل

سمجھ کر ایمان لائے۔ دوسرے وہ جو اس لئے ایمان لائے کہ یہ ایک منظم جماعت ہے۔ وہ مدد انجمن سے تعلق رکھتے ہیں تیسرے وہ جو مولوی نور الدین صاحب سے حق نکل رکھتے تھے اور ان کی وجہ سے جماعت میں داخل ہو گئے۔ پھر فرمایا نجات دہی پاکستان ہے جسے

ایمان عجاہز

نفسی ہو۔ سچا سمجھ کر وہ مانتا ہے۔ پھر خواہ جسے یا مرے۔ اس ایمان پر قائم رہتا ہے۔ اب تک بعض لوگ جماعت کو ان ماہوں پر چلانا چاہتے ہیں جن پر انجمن حاکمیت اسلام والے یا علی گڑھ یونیورسٹی والے چل رہے ہیں۔ کہ کچھ چندہ ادا کر دیں جلسے کر دیں۔ اور اپنا کام ختم سمجھ کر گھروں میں بیٹھ رہیں۔ مگر ایک منٹ کے لئے ہی نور کر کے دیکھ لو۔ کیا

کسی نبی کی جماعت

اس رنگ میں چلی ہے جس رنگ میں اس وقت تک ہم چل رہے ہیں۔ میں اس سے اپنے آپ کو اور ہزاروں دوسرے احمدیوں کو مستثنیٰ کرتا ہوں۔ مگر ہزاروں ایسے ہیں جو یہی سمجھتے ہیں۔ اور نئے تعلیم یافتہ طبقہ کا بیشتر حصہ ایسا ہے۔ جو کہتا ہے بیرونی ممالک میں شیخ قائم کئے جاتے ہیں۔ کیا یہاں کام تھوڑا ہے۔ مگر کیا نبیوں کی قائم کردہ کوئی جماعت ایسی ہوئی ہے جو صرف اپنے گھر میں تنظیم کر کے کامیاب ہوئی ہو نبیوں کے ماننے والے

یا گلوں اور محنوں کی طرح

دنیا میں پسلی گئے۔ اور ہر قسم کی مشکلات اور مصائب میں انہوں نے اپنے آپ کو ڈال دیا۔ اور اب بھی ایسا ہی کرنا ہوگا۔ فدا نعلانی کی راہ میں پاگل بننا۔ پاگل کہلانا اور پاگلوں والے کام کرنا ہوگا۔ وہ تمام قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ جو پہلوں نے کیں۔ اپنی جانوں کی کوئی حقیقت نہیں سمجھنی ہوگی۔ نہ اپنے مالوں کی۔ اپنے مالوں کو اسی طرح چھینکا ہوگا۔ جس طرح سمندر میں کوئی چیز پھینکی جاتی ہے۔ اور بہت ممکن ہے۔ کہ ۱۰۰ برس پہلے ہمال تک اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ کئی لوگ پوچھتے ہیں۔ فلاں کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے۔ اس کا وہی نتیجہ نکلے گا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

چودہ سالہ مکہ کی زندگی

کا نکلا۔ اور جو وہ سو سال حضرت سیاح نامری علیہ السلام کے بعد کے زمانہ کا نکلا۔ صرف کسی کام کے شروع کر دینے سے نتیجہ نہیں نکلا کرتا۔ جب تک اپنی جون نہ بدل لو۔ اپنے اندر نقد نہ پیدا کر لو۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ حضرت یحییٰ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت کا رنگ نہ پیدا کر لو۔ کامیابی نہ ہوگی

میری ان تحریکوں کے متعلق جو میں نے پچھلے دنوں کی ہیں بعض دوستوں نے لکھا ہے۔ ہم تو امید کرتے تھے۔ کہ آپ لاکھوں روپے اور لاکھوں والٹیز مانگیں گے۔ مگر اپنے

صرف ۲۷ ہزار

روپیہ مانگا۔ اور چند آدمی مانگے۔ میں سرف ہوں ان دوستوں کے انخلاص اور ایشیا کا۔ مگر میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ وسعت خیال میں انہوں نے مجھے شکست دیدی ہے۔ میں نے نہ ۲۷ ہزار روپیہ مانگا ہے۔ اور نہ چند آدمی مانگے ہیں۔ بلکہ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ فلاں وہاں کو کھانا کھلا دو۔ آسمانی جماعتیں لاکھوں کروڑوں انسانوں سے نہیں جیتا کرتیں اور نہ لاکھوں کروڑوں لہ پوندوں سے جیتی ہیں۔ بلکہ پوری چیز سے جیتی ہیں۔ اگر جماعت کے سوا آدمی ہوں۔ اور سبھی مل جائیں۔ تو وہ جماعت کامیاب ہو جاتی ہے۔ پس میرا مطالبہ

یہ ہے کہ جو کچھ مومنوں کے پاس ہے وہ مجھے دیدیں اور جتنے مومن ہیں وہ سب کے سب مجھ مل جائیں۔ اگر ان کے پاس صرف دو روپے ہیں۔ اور وہی مجھ مل جاتے ہیں تو میں جیتوں گا۔ اور اگر صرف دو ہی مومن ہیں۔ اور دونوں مجھے مل جائے ہیں۔ تو میں کامیاب ہوں گا۔ اگر ایک لاکھ کی جماعت ہے۔ جس میں ۹۹۹۹۹۹ متاقین ہیں اور صرف ایک مومن ہے۔ تو وہ جب میرے پاس آ گیا۔ کامیابی ہو جائے گی۔ اور

اگر اس مومن کے پاس صرف ایک دھیلا ہے۔ اور وہ بھی کھوٹا۔ مگر وہ سے آتا ہے۔ تو فتح ہو جائے گی۔ پس یہ کہنا ان کی غلطی ہے۔ کہ وہ لاکھوں کی امید رکھتے تھے۔ مگر میں نے صرف چند مانگے ہیں۔ ہم تو یوم اور بسین یوم ہی جانتے ہیں۔ میرا سوال نہ آج کے لئے ہے نہ کل کے لئے۔ اور نہ پر رسول کے لئے۔ نہ ہزاروں روپے کا ہے۔ نہ لاکھوں کا نہ کروڑوں کا۔ نہ ہزاروں انسانوں کے لئے ہے۔ نہ کروڑوں کے لئے۔ اگر کوئی بہت بڑا امیر احمدی ہو جاتا ہے۔ اور ایک رب روپیہ دیتا ہے۔ جبکہ جماعت بحیثیت جماعت قربانی نہیں کرتی۔ تو

کیا اس سے احمدیت کامیاب ہو جائے گی نہیں۔ اس کے مقابلے میں اگر ایک ہی غریب احمدی ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ مثلاً اس کے پاس ایک ہی روپیہ ہے۔ اور وہی دیتا ہے۔ تو کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ پس

میرا یہ مطالبہ ہے

کہ ہر مومن اپنی جان اور اپنا تمام مال دے۔ تب کامیابی ہوگی اگر کہو کہ بعض کی سستی اور کوتاہی کا الزام ہم پر کیوں رکھا جاتا

ہے۔ تو یاد رکھنا چاہیے۔ کہ ہر ایک مومن کافر من ہے۔ مگر وہ لوگو کو اپنے ساتھ آگے بڑھائے۔ اور پیچھے نہ رہنے دے۔

مومن کسی حال میں پیچھے نہیں رہتا

اگر کوئی رہتا ہے۔ تو اسی وجہ سے کہ اس کی تربیت نہیں ہوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت شراب کے حرام ہونے کا جب حکم نازل ہوا۔ تو کچھ صحابہ ایک جگہ بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ اور شراب کے نشہ میں مخمور تھے۔ شراب کا نشہ کتنا بڑا ہوتا ہے۔ اس وقت ایک شخص بازار سے یہ کہتا ہوا گذرا۔ کہ اے مسلمانو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب حرام کر دی ہے۔ اس مخمور حالت میں جب کہ کوئی اپنے ماں باپ کی بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتا۔ ایک نے شراب کے نشہ میں کہا۔ ذرا دروازہ کھولنا۔ تا معلوم کریں کہ کہنے والے نے کیا کہا ہے۔ دوسرا اٹھا اور اس نے کہا بیٹے میں شراب کے نشہ اور دوسرے برتنوں کو توڑوں گا۔ اور پھر پوچھوں گا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا ہے پس مومن کو جب آواز پڑے۔ تو خواہ وہ دنیا کے نشہ میں کتنا ہی مخمور ہو۔ تو بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ

مومنوں تک آواز پہنچے

ہمیں کافروں اور منافقوں کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ مومنوں کی ہے۔ اور سب کے سب مومنوں کی ہے۔ اسی لئے میں نے کہا تھا۔ کہ آپس میں

اگر کسی سے ناراضگی ہو تو صلح کر لو

تا کہ سب کے سب لڑا گئے بڑھیں۔ اور ایک جہت سے کے نیچے جمع ہو جائیں۔ پس جب مومن آگے تو ان کا سب مال آگیا۔ تب فتح یقینی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنا سارا مال مجھے دے دیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ وہ مجھیں۔ ان کے پاس جو کچھ ہے میرا ہی ہے۔ پس سب کے سب مومنوں کو ساتھ لے کر اٹھو۔ اور مل کر آگے قدم بڑھاؤ۔ اگر کسی کو کسی سے ناراضگی ہو۔ تو اسے دور کر دو۔ دیکھو جن بچوں کے ماں باپ مڑ جاتے ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کس طرح پیار اور محبت کرتے ہیں۔ اگر ان کے ماں باپ کو گالیاں دی جا رہی ہوں اور وہ کچھ نہ کر سکیں۔ تو کیا کریں گے۔ یہی کہ ایک دوسرے سے چمت کر روئے لگ جائیں گے۔ میں نے وہ سب دیکھے ہیں جو ماں کے مڑ جانے کی وجہ سے دوسری ماؤں کے سپرد کئے گئے اور جب ان کی ماں کو برا بھلا کہا گیا۔ وہ آپس میں لپٹ کر روئے لگ گئے

قرآن کریم میں نبی کو

مومنوں کا باپ

قرار دیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں ہونے ہزار سال زیادہ مگر

گیا ہم اس وجہ سے اپنے آپ کو یتیم سمجھتے تھے۔ پھر حضرت سیح مودود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فوت ہو چکے ہیں۔ آج لوگ ان کو برا بھلا کہتے ہیں۔ مگر ہم بے بس ہیں۔ اس لئے نہیں کہ ہم میں کچھ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ان سے بہت زیادہ طاقت ہے جو ہمیں دکھ دے رہے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہی ہمارے ہاتھ باندھ گیا ہے جس کے خلاف بزبانی کر کے ہمیں دکھ دیا جا رہا ہے پھر خدا تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ باندھ دئے ہیں۔ پس ہم بے بس ہیں۔ اگر اس وقت ہم ایک دوسرے سے نہیں چٹ جاتے۔ تو اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ ہم حضرت سیح مودود علیہ السلام کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔ اور آپ کے خلاف بزبانی کرنے والوں سے ہمیں صدر پہنچ رہا ہے۔ جب میری بیوی امتہ الحی مر جو مد فوت ہوئیں۔ تو بڑی لرلکی سات آٹھ سال کی تھی۔ اور چھوٹی پانچ چھ سال کی۔

ماں کے فوت ہونے پر

بڑی لرلکی مجھے چمٹ کر رونے لگی۔ اور کہنے لگی امت الرشید فضل کو جو ان کا چھوٹا بھائی ہے۔ اب کون پالے گا۔ اس وقت وہ ساری لڑائیاں بھول گئی اور اپنے سے سب سے قریب چیز دی ہی نہیں نظر آئی جس سے لڑتی رہتی تھی۔ پس میں اس طرح ماں لوں کہ ہم اپنے آپ کو یتیم محسوس کرتے ہیں اور حضرت سیح مودود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔ جب کہ ہم ایک دوسرے کو گلے سے پکڑنے کے لئے تیار ہوں۔ تمام احمدیوں کو میری یہ نصیحت ہے۔ کہ جاؤ اور اپنے دوسرے بھائیوں کے گلے سے پٹے رہو۔ حتیٰ کہ حضرت سیح مودود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچ جاؤ۔ مسجد اقصیٰ میں جب میں نے اعلان کیا۔ کہ

آپس کی ناراضیاں دور کرو

اور دنیا میں موصول بن کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تو قادیان کے احمدیوں نے کہا۔ ہم ایسا ہی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور باہر کے احمدیوں نے لکھا۔ کہ کاش ہم بھی اس وقت موجود ہوتے۔ آج باہر کے ہزاروں احمدی یہاں موجود ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں۔ کہ میں نے انہیں خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ تم اس وقت ایک یتیم قوم ہو۔ تم پر مصائب پر مصائب آئیں گے۔ اور تمہیں بھائیوں کی طرح رہنا ہوگا جاؤ اپنے ان بھائیوں کے گلے مل جاؤ۔ جن سے تمہیں کسی قسم کی ناراضگی اور رنج ہے۔ جاؤ اور ان سے مل جاؤ۔ کیا میں نے تمہیں خدا کا یہ پیغام پہنچا دیا۔ اس پر تمام مجمع نے متفق اللسان ہو کر کہا۔ ہاں حضور نے پیغام پہنچا دیا۔ پھر میں نے

سادگی کی زندگی بسر کرنے کی عظیم دی ہے۔ اس لئے کہ تم اعلیٰ قربانیاں کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ محنت اور شقت برداشت کرنے کی تم میں طاقت میرا ہو۔ مشکلات اور تکالیف برداشت کر سکو۔ اور جب تمہارا پاس مال ہوگا۔ تو تم اعلیٰ قربانی کرنے کے قابل ہو سکو گے دل کی قربانی سے مال نہیں مہیا ہو سکتا۔ لیکن جب دل کی قربانی ہوگی۔ اور تمہارے پاس مال بھی ہوگا۔ تو اسے تم پیش کر سکو گے۔ پس سادہ کھانا کھاؤ۔ سادہ کپڑے پہنو اور کفایت شعاری سے گزارہ کرو۔ اپنی آمدنی میں سے چند سے دو۔ اور ایک حصہ امانت فائدہ میں جمع کراؤ۔ پھر کچھ اپنے پاس بھی جمع کرو۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ دین کے خلاف ہے۔ مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے۔ حضرت سیح مودود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ کہ کم از کم تنخواہ کا بے حصہ جمع کرتے جاؤ۔ پس جب تک تمہیں یہ آواز نہیں آتی۔ کہ سب کچھ لے آؤ۔ اس وقت تک کچھ نہ کچھ جمع کرتے جانا چاہیے بعض کہتے ہیں۔ کہ کیا یہ

صرف تین سال کے لئے

ہے۔ مگر بات یہ ہے۔ کہ تین سال کی میعاد تو ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ جب کوئی جاؤ چلتا نہ ہو۔ تو اسے چلانے کے لئے گھاس دکھانی جاتی ہے۔ پھر جب چل پڑے۔ تو چلتا ہی جاتا ہے۔ میں عالم الغیب نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتا۔ کہ

مشکلات تک دور ہوں گی

میں نے مشکلات دور کرنے کی تدابیر پیش کی ہیں۔ اور یہ خیال کیا ہے۔ کہ جب جماعت ان پر کار بند ہو جائیگی تو پھر ان پر عمل کرتی رہے گی۔ پس یہ تدابیر فسخ حاصل ہونے تک کے لئے ہیں۔ ان پر عمل کرانے کے لئے جبر اس لئے نہیں کیا گیا۔ کہ عمل کرنے والوں کو ثواب زیادہ حاصل ہو۔ اگر کوئی ان تدابیر پر عمل نہیں کرتا۔ تو نہ ہم اسے جماعت سے نکالیں گے۔ اور نہ اسے برا کہیں گے۔

یہ جو کچھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ ابتدائی میکم

ہے۔ بعض اور تدابیر بھی ہیں۔ جن میں سے کئی ایک ایسی ہیں۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ ان پر یقیناً عمل کرنا پڑے گا۔ اور اب وہی ہمارے ساتھ چل سکے گا۔ جو یہ سمجھے گا۔ کہ جب اہلی میں سردیا۔ تو پھر مسکوں سے کیا ڈرنا۔ جو اس کے لئے تیار نہیں۔ وہ گھروں میں بیٹھے رہیں۔

حضرت سیح مودود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نصیحت ہے۔ آپ نے دیکھا۔ کہ ایک نالی شرفاً غزاً بہت لمبی صد ہا میل تک کھدی ہوئی ہے۔ اور اس کے اوپر بے شمار بھیریں لٹائی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک بھیر کے سر پر ایک قضا ہاتھ میں چھری لئے ہوئے تیار بیٹھا ہے۔ اور آسمان کی طرف ان کی نظر ہے۔ جیسے حکم کا انتظار ہے۔ میں اس وقت اس مقام پر پہل رہا ہوں اور ان کو دیکھ رہا ہوں۔ اتنے میں ان کے نزدیک جا کر میں نے کہا قل مایعجوا بلکم رطی لولاد دعا وکم انہوں نے اسی وقت چھریاں پھیر دیں کہ حکم ہو گیا۔ اس روڈ میں بتایا گیا ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی آواز پر کان نہیں دھرتا۔ اور اس کے بلانے پر لبیک نہیں کہتا۔ اس کی آسمانی بادشاہت میں کوئی قدر نہیں ہوتی۔ اور وہ گوہ کھانے والی بھیروں کی طرح سمجھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے خرد شے توڑنے کے لئے ذبح کرتے ہیں۔ یعنی تباہی میں ڈال دیتے ہیں۔ پس سادہ شخص جو کہتا تو یہ ہے۔ کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کرتا ہوں۔ مگر کہتا یہ ہے۔ کہ دنیا کو دین پر مقدم رکھتا ہے۔ وہ

میں لاکھانے والی بھیر

سے زیادہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے۔ اور کوئی لبیک نہ کہے۔ تو خدا تعالیٰ کو اس کی کیا پروا ہے۔ کوئی شخص جب ہی مومن ہو سکتا ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے۔ تو بے اختیار لبیک لبیک کہتا ہوا پہنچ جائے۔ حضرت سیح مودود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے۔ کہ کوئی امیر تھا۔ جس کے بہت سے دوست تھے۔ لیکن وہ

ایک غریب آدمی

سے سب سے زیادہ تعلق رکھتا تھا۔ اس کی بیوی اسے ملامت کرتی۔ کہ تم اس شخص سے مل کر اپنی ذلت کراتے ہو آخر تک اگر ایک دن اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ آؤ میں اپنے دوستوں کا تجربہ کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کو لے کر پہلے ایک امیر دوست کے ہاں گیا۔ اور جا کر کہا۔ میرا دیوالہ لنگل گیا ہے۔ اس وقت مجھے پانچ سات ہزار روپیہ دیں۔ وہ دوست یہ سن کر بڑی مسرور دی کی باتیں کرنے لگا۔ اور اس نے بڑا فسوس ظاہر کیا۔ لیکن آخر کہنے لگا۔ روپیہ میرے پاس نہیں ہے۔ پھر وہ دوسرے اور تیسرے دوست کے پاس گیا۔ مگر کسی نے امداد کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ حتیٰ کہ مشام تک یہ حالت ہو گئی۔ کہ دوستوں نے اس کی آواز پر دروازہ کھولتے ہی بند کر دیا۔ اور دروازہ کھولنے بغیر اسے جواب دے دیا جاتا۔ کہ گھر میں نہیں ہیں۔

سب سے آخر پر وہ اس غریب دوست کے ہاں گیا۔ جس پر اس کی بیوی کو اعتراض تھا۔ اور جس کے متعلق وہ اسے ہمیشہ یہ کہا کرتی تھی کہ یہ تمہاری شان کے قابل نہیں ہے۔ اس سے تم نے کیوں دوستی رکھی ہوئی ہے۔ وہ اس کے پاس گیا۔ اس وقت رات ہو چکی تھی۔ اور جا کر اس دوست کو آواز دے کر کہنے لگا۔ جلدی باہر آئیے۔ جب وہ مشغول دیر تک ہاں نہ آیا۔ تو بیوی نے کہا۔ دیکھا اس نے بھی تمہاری کوئی پروا نہیں کی۔ آخر کچھ دیر کے بعد جب وہ باہر آیا۔ تو اس نے پوچھا۔

اپنی دیر لگانے کی کیا وجہ ہے

اس نے کہا آپ اس وقت کبھی میرے پاس نہ آئے تھے۔ اور آج جب آئے۔ تو میں نے خیال کیا کہ شاید آپ کے گھر میں کوئی تکلیف ہوگی۔ اس لئے میں نے اپنی بیوی کو ساتھ لے لیا تاکہ اسے خدمت کرنے کا موقع مل سکے۔ پھر خیال آیا۔ کہ گو آپ امیر آدمی ہیں۔ لیکن بعض دفعہ امراء پر بھی مصائب آجاتے ہیں۔ شاید آپ کو روپیہ کی ضرورت ہو۔ اس پر قناریہ روپیہ کے پاس تھا۔ وہ میں نے ہمانی میں ڈاکو کر میں باندھ لیا۔ پھر خیال آیا شاید جان دینے کی ضرورت ہو۔ اس لئے میں نے تلوار لگے میں لٹکالی۔ اس تیساریں میں دیر لگ گئی۔ اس میں حاضر ہوں۔ اور جہاں کہتے ہو چلنے کے لئے تیار ہوں۔ یہی

پیسے مومن کی مثال

ہے۔ جب اسے خدا تاملے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ میری جان اور مال سب کچھ حاضر ہے۔ لیکن جو ایسے موقع پر دیر کرتا ہے وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں۔ اور حضرت مسیح موعود کے متعلق محترم عیسے علیہ السلام نے جو پیشگوئی کی ہوئی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے دو لھانے آنا ہو۔ اور

دس کنواریاں

اس کے انتظار میں اپنے دیووں میں تیل ڈال کر بیٹھ جائیں۔ ان میں سے پانچ۔ نئے تو زائد تیل سے لیا۔ اور پانچ نے نہ لیا۔ جب آدھی رات کے وقت دو لھا آیا۔ تو اس وقت تک تک بچے چلے تھے۔ جن کے پاس تیل تھا۔ انہوں نے جھٹ اپنے دیووں میں تیل ڈال لیا۔ لیکن جن کے پاس تیل نہ تھا۔ انہوں نے اپنی سہیلیوں سے تیل مانگا۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔ کہ شاید ہمیں پھر ضرورت ہو۔ تم بازار سے جا کر تیل خریدو۔ وہ تو بازار چلی گئیں۔ اور دو لھا تیل والیوں کو لے کر قلعہ میں چلا گیا۔ جب دوسری سہیلیاں تیل لے کر واپس ہوئیں۔ تو

قلعہ کا دروازہ بند

ہو چکا تھا۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مگر دروازہ نہ کھولا گیا

اور انہیں یہ جواب ملا۔ کہ جو صبح طور پر انتظار کر رہی تھیں۔ انہیں موقعہ دے دیا گیا۔ اور جو غافل ہو گئیں۔ ان کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاسکتا۔ پس یاد رکھو کہ تم میں سے وہی خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہوگا۔ جو پوری طرح مستعد رہے گا۔ یاد رکھو کہ اب ایسا وقت آ گیا ہے۔ کہ آپ لوگوں کو

دو میں سے ایک چننا

قبول کرنی ہوگی۔ یا تو وہ زندگی قبول کرو۔ جس کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ یا پھر وہ موت قبول کرو۔ جس کے بعد کوئی موت نہیں۔ وہ جو بظاہر زندگی ہے۔ خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ کہ اس کے بعد زندگی نہیں۔ اور وہ جو موت ہے۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ اس کے بعد حیات ابدی ہے۔

اخراجات کے لئے پہلی قسط

طلب کی ہے۔ اس کے متعلق اگرچہ سب نے ابھی تک توجہ نہیں کی۔ مگر روپیہ آیا ہے۔ اور جس قدر طلب کیا گیا تھا۔ اس بہت زیادہ آیا ہے۔

امانت فنڈ کا روپیہ

بھی کافی آجائے گا۔ اور اگر پیش آمدہ ضروریات سے زیادہ چندہ آگیا۔ تو میرا ارادہ ہے۔ کہ چونکہ انگریزی ترجمہ قرآن کی اشاعت کی فرمائش ضرورت ہے۔ اس میں سے کچھ روپیہ اس کام پر خرچ کیا جائے۔ اگر اس کام سے بھی بڑھ گیا۔ تو وہ اگلے سال کام آجائے گا۔

دین کی خدمت کے لئے زندگی وقف

کرنے والوں کی بھی کافی تعداد ہو چکی ہے۔ مگر کئی باتیں ابھی ایسی ہیں۔ جن کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً (۱) نوجوانوں کا غیر نمائندگی میں جانا (۲) اعلیٰ عہدیداروں اور تعلیم یافتہ لوگوں کا کسی کچھ دینے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا۔ (۳) رخصت سے کر یا فرقت کے موسم میں تہنیت کے لئے اپنا نام کھانا (۴) ۲۵ لاکھ روپیہ تک کے لئے ریزرو فنڈ جمع کرنا (۵) پیش یافتہ یا فارغ العال لوگوں کا کم کم میں کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا۔ (۶) قادیان کے سکولوں میں بچوں کو تعلیم کے لئے بھیجنا۔ اور ان کے متعلق یہ اختیار دینا۔ کہ ان کی دینی تربیت پر زور دینے کے لئے ہم جس رنگ میں ان کو رکھنا چاہتے ہیں۔ رکھ سکیں۔ (۷) قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کرنا۔ یہ

سات باتیں

ایسی ہیں۔ جن کی طرف ابھی تک کم توجہ کی گئی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے متعلق احباب کو چاہیے۔ کہ مجھے جواب دیں۔ بہت سے

احباب نے توجہ کی ہے۔ مگر جس قدر جماعت ہے۔ اس کے مقابلہ میں توجہ کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ یہ اہل تحریک ہیں۔ اور یاد رکھنا چاہیے۔ کہ

میں سب کچھ مانگ رہا ہوں

ہاں فی الحال یہ چند مطالبات کئے ہیں۔ پس احباب کو چاہیے کہ اپنے ہمت سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ سادہ کھانا کھائیں۔ سادہ کپڑا پہنیں۔ دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ کوئی احمدی بیکار نہ رہے۔ اگر کسی کو جھاڑو دینے کا کام ملے۔ تو وہ بھی کر لے۔ اس میں بھی فائدہ ہے۔ بہر حال کوئی نہ کوئی کام کرنا چاہیے اس کے جو فوائد ہیں۔ وہ میں اس وقت نہیں بیان کر سکتا۔ کیونکہ وقت بھٹوڑا ہے۔ مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیے۔ کہ وہ بیکار نہ رہے۔ ماں باپ سنگ دل بن کر اپنے بیکار لڑکوں سے کہیں۔ کہ ہم نے تمہیں پالا پوسا ہے۔ اب تم جوان ہو۔ جاؤ اور خود کما کر کھاؤ۔ بے شک یہ سنگدلی ہے۔ مگر اس

پیارا اور محبت سے ہزارہ درجہ بہتر ہے

جو بیکاری میں مبتلا رکھی ہے۔ میں نے یہ بھی سوچا ہے۔ کہ لوگوں اور لڑکیوں کے لئے دینی کورس تیار کیا جائے۔ اور پھر اس میں ان کا امتحان لیا جائے۔ کوئی احمدی لڑکھایا لڑکی ایسی نہ ہو۔ جسے اس کورس کی تعلیم نہ ہو۔ ہر ایک کے لئے اس کا پڑھنا لازمی ہو۔

زمیندار احباب سے

میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ یہ نہ سمجھیں۔ کہ وہ سستے چھوٹ گڈ ان کی بھی باری آرہی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ زمیندار طبقہ جو نہایت مشاغل قربانیاں کرتا رہے اب بھی کرے گا۔

پراپیگنڈا کے لئے

جو کمیٹی بنائی گئی ہے۔ اس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے مگر جو کچھ وہ تیار کرے۔ اسے لوگوں کے گھروں تک پہنچانا

جماعت کا کام

ہے۔ مگر جماعت کی توجہ اس طرف کم ہے۔ اگر توجہ کی جائے تو کئی سو افضل اور کئی سو ریویو اور سن رائزر کے پرچے جاری کرانے جاسکتے ہیں۔ اور اس طرح بہت اہم کام ہو سکتا ہے۔

فی الحال میں جماعت میں تحریک کرتا ہوں۔ کہ

الفضل کے کم از کم دو سو پرچے مفت

تقسیم کئے جائیں۔ اور پانچ پانچ سو ریویو اور سن رائزر کے۔

اسی تعداد جماعتوں کے نام بصرہ رسدی لگا دی جائے۔ اور
اجنباب اپنی اپنی جگہ کو کشش کریں۔ کہ اتنے پرچوں کی قیمت قیمت
اشاعت کے بٹے جمع ہو جائے۔ میں نے کئی بار

اجنباب کی اجنبیاں

قائم کرنے کی طرف ہی توجہ دلائی ہے۔ اگر اجنباب کو کشش
کریں۔ تو اس طرح ہزاروں کی تعداد میں پرچے نکل سکتے ہیں۔
بعض لوگ کہتے ہیں۔ اس طرح ہینسہ میں روپیہ۔ ڈیڑھ روپیہ
سے زائد آمد نہیں ہو سکتی۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ روپیہ ڈیڑھ
روپیہ بصرہ سے بہر حال زیادہ ہوتا ہے۔ اور آج کل تو اس سے
ایک شخص ایک ہینسہ تک کھانا کھا سکتا ہے۔ پس میں تمام
جماعتوں کو ہدایت دیتا ہوں۔ کہ اپنی اپنی جگہ کے بے کاروں
یا ان کو ہمیں اپنے دوسرے کاموں سے فرصت مل سکتی ہے

اجنباب ت فرزند کو نیکے کام لگا دیں۔ غرض

ہر رنگ میں کام کو دینی ضرورت

ہے۔ میں نہیں ایک طرف تو یہ کہتا ہوں۔ کہ جاؤ نکل کر تانہ
میں پھیل جاؤ۔ اور دوسری طرف یہ کہتا ہوں۔ کہ جب نہیں مرکز
سلسلہ سے آواز آئے۔ کہ جاؤ تو بیک کہتے ہوئے جمع ہو جاؤ
نیرانا جسمانی طور پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور روحانی۔ اخلاقی اور مانی
طور پر بھی۔ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے۔ اذ قال
ابراہیم رب انی کیف تخی الموتی قال اولم تو من
قال بلی ولکن لیطمئن قلبی۔ قال فخذنا ربنا
المطیر فصرعن الیاء ثم جعل علی کل جبل منھن حجاً
ثم ادعھن یا قیامک سعیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
خدا تعالیٰ سے کہا کہ آپ کے حکم سے میں نے نبوت کا دعویٰ کیا
ہے۔ اب بتائیے۔

میری جماعت کس طرح غالب آئیگی

چنانچہ انہوں نے کہا۔ رب ادنی کیف تخی الموتی۔ اے میرے
رب ہم تو دنیا کے مقابلہ میں مردہ ہیں۔ بتائیے آپ کس طرح ان
مردوں کو زندہ کریگیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اولم تو من کیا
تہیں زندہ کرنے پر ایمان نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
کہا ایمان ہے۔ اور آپ کا وعدہ ہے۔ مگر لیطمئن قلبی۔ پس
یہ چاہتا ہوں۔ کہ اس وعدہ کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھوں
کیونکہ الطینان اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب چیز مل جائے۔
ایمان کے معنی چیز کے ملنے پر یقین ہوتا ہے۔ اور الطینان چیز
ملنے پر حاصل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ فخذنا ربنا
المطیر چار پرندے لو۔ فصرعن الیاء اور انہیں اپنے ساتھ ساتھ
تم جعل علی کل جبل منھن حجاً پھر انہیں چار پہاڑوں پر رکھو۔
تم ادعھن یا قیامک سعیا۔ پھر انہیں بلاؤ۔ وہ تمہارے
پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

اس طرح یہ بتایا۔ کہ اپنی جماعت میں اطفال اور تقویٰ
پیدا کرو۔ اور انہیں کہو۔ کہ دنیا میں چاروں طرف نکل جائیں
مگر یہ سمجھا دو۔ کہ جب تمہیں آواز آئے۔ تو جمع ہو جاؤ حضرت مسیح
موجود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ انہام ہوا ہے۔ پس اس
سنے آپ کی جماعت کے بارہ میں بھی پورا ہوتا ہے۔ یومن کو
کلام الہی میں پرندہ کہا گیا ہے۔ حضرت مسیح موجود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا نام جو نکھر ابراہیم رکھا گیا ہے۔ اس لئے آپ سب
لوگ ان کے پرندے ہوئے۔ پس

اے ابراہیم ثانی کے پرندو

اگر چاہا جانتے ہو۔ تو دنیا میں پھیل جاؤ۔ مگر اس طرح نہیں۔ کہ
اپنے اصل گھر کو قبول جاؤ۔ تمہارا اصل گھر قادیان ہی ہے۔ خواہ
تم نہیں پہنچتے ہو۔ اسے یاد رکھو۔ جب تمہیں ابراہیمی آواز آئے۔
قادیان سے خدا کا نمائندہ میں یا کوئی اور جب کہے۔ کہ لے لے لے
خدا کے دین کو تمہاری اس وقت ضرورت ہے۔ تم جہاں جہاں ہو

مرکز میں حاضر ہو جاؤ

اگر مال کی ضرورت ہو۔ تو مال حاضر کرو۔ اگر جان کی ضرورت ہو۔ تو جان
پیش کر دو۔ اور چاروں طرف سے ہی نظارہ نظر آئے۔ جو حج کے
موقعہ پر ہر طرف سے لیکم اللہم لیکم کہنے والوں کا نظر آتا
خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا۔ کہ تمہاری
نسل چاروں طرف پھیل جائیگی۔ اور جب تم ان کو بلاؤ گے
تو دوڑے آئیں گے۔ اسی طرح حضرت مسیح موجود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے متعلق ہونا چاہیے۔ کہ چاروں طرف سے
لیک کہنے والے دوڑے آئیں۔ اس نظارہ ہی کی طرف
حضرت مسیح موجود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شعر میں اشارہ
فرماتے ہیں۔

زمین قادیان اب محترم ہے

ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

پس جاؤ۔ اور دنیا میں پھیل جاؤ کہ کامیابی کا ذریعہ
یہی ہے۔ اور جب آواز پیچھے۔ تو یوں جمع ہو جاؤ۔ جس طرح
پرندے اگر جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر خواہ کتنی بڑی

کوئی فرعونی طاقت

تمہارے مٹانے کے لئے کھڑی ہو جائے۔ اسے معلوم
ہو جائے گا۔ کہ احمدیت کو مٹانا آسان نہیں ہے۔ یہ وہ چیز
ہے جس کی میں آپ لوگوں سے امید کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ
وہ لوگ ہیں۔ جن میں خدا تعالیٰ نے حقیقی ایمان پیدا
کیا۔ اور جو مقدس گھر کے گرد گھومنے والے پرندے ہیں
میں نے خدا تعالیٰ کی باتیں آپ کو پہنچا دیں۔ جو کچھ کہتا تھا
کہہ دیا۔ اور جو کچھ بتانا تھا۔ بتا دیا۔ اب یہ تمہارا کام ہے

کہ لیکم اللہم لیکم کہتے ہوئے گھر سے ہو جاؤ

استہار زیر آؤ رعد رول عنہا بلہ دیوانی

بعد الٹ کتاب خان صاحبہا

فسر مال ضلع ہوشیار پور

دھوبو ولد شیر جنگ ذات راجپوت مشاکن
بیونہر نقانہ انہا پرگنہ اونہ مدعی

بنام

سادن۔ پرتابا پسران ڈنگا۔ لکھن۔ نرین سنگھ۔ برمالا
پسران گسارا۔ پریم چند ولد لال سنگھ۔ فینا ولد فتا۔ سید ولد
گوٹھرو۔ لٹو نیان ولد فقو۔ مسماۃ تاز کو بیوہ ساینون۔ گنگام
ولد جہاں۔ رام سنگھ ولد کپورا۔ منشی۔ اندر سنگھ پسران
اچھر سنگھ۔ صوبا۔ نہالا۔ رام دتا پسران ایشر ذات راجپوت
ساکنانے کھڑ بتونی نقانہ بڈلس پرگنہ میر پور ضلع کانگڑ

دعویٰ تردید اطلاع نامہ بے دخلی نیست مواری
کمال اراضی کیوٹ علاقہ کتنی ۹ خسرہ نمبران ۱۳۵۰
۶۹۰۰ ۷۹۰۰ ۸۰۰۰ ۸۰۰۰ ۱۹۸۰ ۱۹۸۰ ۱۹۸۰
جمعیت مدعی ۱۹۳۵ء واقعہ رقبہ کچھ لہر نقانہ انہا پرگنہ
اونہ

بمقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعی کی درخواست

معدہ میان حلفی ہے کہ مندرجہ بالا مدعا علیہم اتنا
۷ اویدہ و انتہ تعمیر سمین سے گریز کرتے ہیں اور

روپوش ہیں۔ اور ان پر معمولی طریقہ سے تعمیل ہونی
دستوار ہے۔ اس لئے بذریعہ استہار ہذا مشہر

کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہم مذکور بعد الٹ ہذا

۲۲ جنوری ۱۹۳۵ء برائے پیروی مقدمہ صالنا

یا وکالتانہ آویں گے۔ تو ان کے خلاف کارروائی

ضابطہ کی عمل میں لائی جاوے گی ۱۵

دستخط عدالت مہر عدالت